ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

35

www.tanzeem.org

13 تا 19 ذوالقعدہ 1435ھ/9 تا 15 ستمبر 2014ء

اس شمارے میں

کوئی بھی جیتے، ہارے گا پاکستان!

انقلابی جماعت کے تربیتی مراحل

صاحبِ رٹ کون؟

کیا شریعت کا نفاذ صرف حکومت وقت کی ذمہ داری ہے؟

انداز گفتگو اور بدگمانی کا زہر

پاکستان کہاں کھڑا ہے؟

سفر اور مسافر

قبضہ گروپ اور عوامی احتجاج

فساد کا مطلب

اِصطلاحِ قرآنی میں فساد کا مطلب زندگی کا کوئی شعبہ ہو یا گوشہ ہو، اس میں برہمی و خرابی پیدا کرنا، اس کا توازن بگاڑنا، اس کے حُسن اور افادی اقدار کو درہم برہم کرنا ہے۔

''دینی'' زندگی میں فساد کا مطلب شِرک و بُت پرستی، غُلُو فی الدّین اور جاہلانہ رُسوم و قیود اور فرقہ سازی وحدود اللہ سے تجاوز ہے۔

سیاسی زندگی میں ''اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ'' (حاکمیتِ اعلیٰ اللہ کا حق ہے) کے فرمانِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنا، فرعونی و ہامانی کرنا، رعایا کے انسانی حقوق کو سلب کرنا، مثلاً کفالتِ اجتماعیہ کا بندوبست نہ کرنا، رعایا کو آزادیٔ ضمیر نہ دینا اور اس کو حکومت میں شریک نہ کرنا فساد ہے۔

کاروبار میں فساد ہر طرح کی بددیانتی کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اُن سب لوگوں کو مفسد کہتا ہے، جو کم تولتے، کم ماپتے، ذخیرہ اندوزی اور چیزوں میں ملاوٹ کرتے، چور بازاری، سمگلنگ، سُودی کاروبار کرتے، محنت کشوں کا استحصال کرتے اور مال و دولت کو جمع کر کے اسے محجوب اور ناکارہ بناتے ہیں۔

عمرانی فساد کا مطلب شہری قوانین کی خلاف ورزی کرنا، چوری، ڈکیتی، رہزنی، قتل و غارت کی وارداتیں کرنا، اور غیبت گوئی، بہتان طرازی، نفاق، تکذیبِ حق، شقاوتِ قلبی کا مظاہرہ کرنا وغیرہ وغیرہ ہے۔

ثقافتی فساد کے معانی ہیں: فحشاء و منکرات کے مظاہرے، مثلاً اصنافِ جمیلہ و جلیلہ کا آزادانہ میل جول، عُریانی و نیم عُریانی، رقص و مے نوشی، جنسی و اخلاق سوز واقعی یا تصویری نظارے، مخرب الاخلاق ادب و فن اور تمثیلیں، مُسکرات نوشی و فروشی، قمار بازی، جمال فروشی، ضمیر فروشی، بدن فروشی، قلم و نُطق فروشی، شبینہ کلبوں کے حیاسوز مناظر وغیرہ وغیرہ۔

فلسفۂ آخرت

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

الہدیٰ (615)

انسان عذابِ الٰہی سے ڈرتا رہے!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ النَّحل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات 45 تا 50

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ
فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا
ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ
وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾

السجدۃ

آیت ۴۵ ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ﴾ ’’تو کیا بے خوف ہو گئے ہیں وہ لوگ جنہوں نے بری چالیں چلیں اس بات سے کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے‘‘

یہ لوگ ہمارے رسولؐ کے خلاف سازشوں کے جال بننے میں مگن ہیں اور حق کی دعوت کا راستہ روکنے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ کیا یہ ڈرتے نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو انہیں اس جرم کی پاداش میں زمین میں دھنسا دے؟

﴿اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾﴾ ’’یا (انہیں یہ خوف بھی نہیں رہا کہ) اُن پر آ دھمکے کوئی عذاب جہاں سے انہیں گمان تک نہ ہو۔‘‘

آیت ۴۶ ﴿اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾﴾ ’’یا وہ انہیں پکڑ لے ان کی چلت پھرت میں‘ پھر وہ (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔‘‘

یوں بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی روزمرہ زندگی میں‘ معمول کی سرگرمیوں کے دوران ہی ان کی پکڑ کا حکم آ جائے اور پھر اللہ کے اس حکم کے مقابلے میں ان کی کوئی تدبیر بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

آیت ۴۷ ﴿اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾﴾ ’’یا انہیں پکڑے خوف دلا کر۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا ربّ بہت بخشنے والا‘ نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اگرچہ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کو اچانک بھی پکڑ سکتا ہے‘ مگر چونکہ وہ بہت شفیق اور نہایت رحم فرمانے والا ہے‘ اس لیے اس کا عذاب یونہی بے خبری میں نہیں آتا بلکہ متعلقہ قوم کو پہلے پوری طرح آگاہ کیا جاتا ہے‘ ان پر اتمامِ حجت کے تمام تقاضے پورے کیے جاتے ہیں‘ تب کہیں جا کر عذاب کا فیصلہ ہوتا ہے۔ جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾﴾ ’’اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ ہم رسولؐ نہ بھیجیں‘‘۔ یعنی ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے کہ لوگوں کی ہدایت کے لیے رسولؐ بھیجا گیا‘ جس نے اُن پر حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا خوب اچھی طرح واضح کر دیا‘ یہاں تک کہ متعلقہ قوم پر حجت تمام ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ اس کے بعد بھی جو لوگ کفر اور ظلم پر اڑے رہے‘ اُن پر گرفت کی گئی اور عذاب کے ذریعے انہیں نیست و نابود کر دیا گیا۔

آیت ۴۸ ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾﴾ ’’کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہر شے کی طرف‘ کہ جھکتے ہیں اس کے سائے دائیں اور بائیں اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور وہ سب عاجزی (کی کیفیت) میں ہوتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں ہمارے اردگرد کی اشیاء سے پیدا ہونے والے ماحول کی تصویر کشی کی گئی ہے جسے دیکھتے ہوئے ہم اللہ کی کبریائی کا ایک نقشہ اپنے تصور میں لا سکتے ہیں۔ جب سورج نکلتا ہے تو تمام چیزوں کے سائے زمین پر بچھے ہوئے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پھر سورج کے بلند ہونے کے ساتھ ہی ساتھ یہ سائے سمٹتے چلے جاتے ہیں۔ سورج کے ڈھلنے کے ساتھ دوسری سمت میں پھیلتے ہوئے یہ سایے پھر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

آیت ۴۹ ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾﴾ ’’اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں آسمانوں اور زمین میں جتنے جاندار ہیں اور فرشتے بھی‘ اور وہ تکبر سے کام نہیں لیتے۔‘‘

آیت ۵۰ ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾﴾ ’’وہ ڈرتے رہتے ہیں اپنے اوپر اپنے ربّ سے اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔‘‘

یہ خصوصی طور پر فرشتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ جیسے سورۃ التحریم میں فرمایا گیا: ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿٦﴾﴾ ’’وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو حکم وہ انہیں دیتا ہے اور وہی کرتے ہیں جو حکم انہیں دیا جاتا ہے۔‘‘

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنائ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
13 تا 19 ذوالقعدہ 1435ھ — جلد 23
9 تا 15 ستمبر 2014ء — شمارہ 35
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کوئی بھی جیتے، ہارے گا پاکستان!

پاکستان تحریک انصاف کے صدر جاوید ہاشمی کی اپنی جماعت سے بغاوت اور پریس کانفرنس نے حالات کا پانسہ پلٹ دیا ہے۔ حالانکہ جو کچھ اُنہوں نے کہا یعنی یہ کہ دھرنے والوں کی پشت پر اسٹیبلشمنٹ اور خفیہ ادارے ہیں یہ بات کسی نہ کسی انداز میں ہر گھر کی بیٹھک، ہر گلی محلّہ میں لوگ کہہ رہے تھے۔ ہم نے بھی گزشتہ ہفتہ اداریہ میں حکومت اور فوج میں بگاڑ کی وجوہات بیان کی تھیں اور آخر میں صاف صاف لکھ دیا کہ اس پس منظر میں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ حکومت کے مخالفین کو ایک خفیہ ادارے کی حمایت حاصل ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن اس عمومی بات کو جب جاوید ہاشمی جیسے قد کاٹھ کا سیاست دان ٹیلی ویژن پر آ کر کہتا ہے تو بازی پلٹ جاتی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سول اور فوجی اشرافیہ کے درمیان ایک جنگ ہے، جس میں ہر فریق اپنے مفاد کے تحفظ کی جنگ لڑ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فوج جسے پاکستان میں ہمیشہ سپر حکومت کی حیثیت حاصل رہی۔ پرویز مشرف کے زوال کے بعد کسی قدر بیک فٹ پر چلی گئی تھی۔ نواز شریف حکومت نے آتے ہی یہ سٹریٹیجی اختیار کی کہ فوج کو مزید پیچھے دھکیلا جائے، لیکن فوج مزید پیچھے جانے کو تیار نہیں تھی۔ بقول شخصے نواز شریف فوج کو پولیس کی سطح پر لانا چاہتے ہیں اور دوسری طرف فوج کسی صورت پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔ آئینی اور آئیڈیل صورت حال تو یہ ہے کہ فوج اگرچہ پولیس کی سطح پر تو نہ آئے، لیکن اُسے مکمل طور پر سول حکومت کے تابع ہونا چاہیے۔ سیاست دانوں کی باہمی رسہ کشی اور ایک دوسرے کے خلاف جی ایچ کیو میں حاضری نے پھر یہ کہ پاکستان میں نافذ ہونے والے مختلف مارشل لاؤں نے فوج کو یہ باور کرا دیا تھا کہ پاکستان میں اصل مقتدر قوت وہ ہے۔ اس ذہنی کیفیت کو بدلنے کی یقیناً ضرورت تھی۔ یہ ایک خناس تھا جو ذہن میں پیدا ہو چکا تھا۔ اس کے لئے ایک حکیم، ایک معالج کی ضرورت تھی جو حکمت سے کام لے کر علاج کرے، ہتھوڑا نہ مارے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ میاں نواز شریف نے ہتھوڑے کا بے دریغ استعمال کیا، جس کا تفصیلی ذکر ہم گزشتہ ہفتہ ندائے خلافت کے اداریہ میں کر چکے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ ایک ایسی جنگ ہے جس کا جو نتیجہ بھی نکلا پاکستان کے لئے اچھا نہیں ہوگا اگر فوج جیتی یعنی مارشل لاء نافذ ہو گیا یا نواز شریف استعفا دینے پر مجبور ہو گئے تو مقتدر حلقوں کے ذہنی خناس میں خوفناک حد تک اضافہ ہو جائے گا۔ جو پاکستان کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے اور اگر نواز شریف جیتے تو اُن کی بادشاہت شہنشاہیت میں تبدیل ہو جائے گی وہ اس وقت برطانیہ میں ایشیا کے تیسرے بڑے سرمایہ کار ہیں، شاید آنے والے وقت میں وہ سرفہرست آ جائیں۔ پھر یہ کہ اسمبلیاں بھتیجوں بھانجوں سے بھر جائیں اور وہ رعونت جس کا ذکر اُن کے ثناخواں بھی مشترکہ پارلیمنٹ میں اُن کی حمایت کے باوجود کر رہے ہیں، اُس میں زبردست اضافہ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں بھارت سے یکطرفہ دوستی اور محبت کس درجہ بڑھ جائے، اُس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہوگا۔ ہم پہلے بھی یہ عرض کر چکے ہیں کہ جمہوریت کے علمبرداروں کو احتجاجی سیاست اور دھرنے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا کہ آج کے دور میں حکومت سے بات منوانے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ البتہ ہماری ذاتی رائے یہ تھی جس کا ہم برملا اظہار کئی مرتبہ کر چکے ہیں کہ خطے کی

صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے عمران خان کو اس وقت ایسا دھرنا نہیں دینا چاہیے تھا، جس سے اسلام آباد میں حکومت مفلوج ہو جاتی۔ اس کی دو بڑی وجوہات تھیں ایک یہ کہ افغانستان سے نیٹو افواج کا انخلا ہو رہا ہے۔ مستقبل قریب میں افغانستان میں ہونے والے واقعات کے بارے میں الرٹ رہتے ہوئے ہمیں ہر صورت میں افغانستان میں بھارت کا عمل دخل روکنا ہو گا۔ دوسرا یہ کہ چین کا صدر ایک انتہائی اہم دورہ پر پاکستان آ رہا تھا، بدقسمتی سے یہ دورہ بھی ملتوی ہو گیا ہے۔ دھرنے کے بارے میں ایک بات جس نے ہمیں انتہائی صدمہ سے دوچار کیا ہے، وہ دھرنے میں خواتین کی شرکت اور اُن میں بے ہودہ انداز اور بھنگڑے وغیرہ ڈالنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ احتجاج کے ذریعے تو افسوس اور دکھ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جبکہ عمران خان روزانہ میوزک کنسرٹ منعقد کرتے ہیں، جس میں تالیاں اور بے ہنگم ناچ دیکھ کر شریف النفس انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ کیا یہ تبدیلی آئے گی؟ پاکستان میں آگے کیا کم ہو رہا ہے کہ عمران خان پاکستان کو مکمل طور پر ناچ گھر بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ آخری اور انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ اپنے دھرنے کے ناکام ہونے کے خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے اُنہوں نے بالآخر طاہر القادری کو سینے سے لگا لیا، جنہیں وہ شروع سے فاصلہ پر رکھ رہے تھے۔ وزیراعظم ہاؤس اور پارلیمنٹ ہاؤس کی طرف بڑھنے کے حوالہ سے اُنہوں نے طاہر القادری کو اپنا امام بنا لیا۔ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اُن کا یہ اقدام دھرنے کی ناکامی اور سیاست میں پسپائی کا باعث بنے گا۔ نواز شریف کی دشمنی میں اُنہوں نے یہ کج روی اختیار کی۔ دوسری طرف مشترکہ پارلیمنٹ میں ہونے والی تقاریر بھی یہ راز فاش کر رہی تھیں کہ یہ انجمن مفادات باہمی ہے، یہ اشرافیہ کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ اُس معاہدے کا حصہ ہے کہ آؤ مل کر اور متحد ہو کر عوام کا خون چوس لینے کا سلسلہ جاری رکھیں۔ پارلیمنٹ، جمہوریت اور آئین کے تقدس اور حرمت کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں۔ پارلیمنٹ یقیناً جمہوری نظام کی ''مسجد'' سمجھی جاتی ہے، لیکن اگر آپ اس کو منی لانڈرنگ، کمیشن خوری، ڈیزل پرمٹوں اور ہر قسم کی بدعنوانی کے تحفظ کا ذریعہ بنائیں گے تو یہ جمہوریت کی ''مسجد ضرار'' ہے۔ جمہوریت کا مطلب شاید ہمارے ہاں جمہور کُشی ہے۔ لوگ فاقے کر رہے ہوں، ہسپتالوں میں دھکے کھا رہے ہوں، ماں باپ اپنے بچے فروخت کر رہے ہوں تو پھر ایسی پارلیمنٹ کو زمین کے اوپر نہیں زمین کے نیچے ہونا چاہیے۔ آئین بھی یقیناً قابل قدر شے ہے، لیکن جس طرح ارکان پارلیمنٹ نے اس کو انتہائی مقدس کتاب قرار دیا۔ اپوزیشن لیڈر تو اس حد تک چلے گئے کہ فرماتے ہیں ''جلا دو، سب کچھ جلا دو، سپریم کورٹ جلا دو، وزیراعظم ہاؤس جلا دو، سیکرٹریٹ جلا دو، لیکن اس کتاب کے کسی ایک صفحہ کی طرف بھی ہم ہاتھ نہیں بڑھنے دیں گے۔''

سبحان اللہ! کوئی اُن سے پوچھے اکتالیس سال میں اس آئین نے عوام کو کیا دیا اور تم جو آئین کی قسمیں کھاتے ہو، اس کی کتنی شقیں ہیں جو تم نے عملاً معطل کر رکھی ہیں۔ جس نسخہ کو تم نسخہ کیمیا کہہ رہے ہو، وہ اس کتاب کے اوراق میں ہی دفن کر دیا گیا ہے اور یہ آئین منافقت کا پلندہ بن چکا ہے۔

بہرحال محض حکومتوں کی ادل بدل سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ گاؤ آمد وخر رفت اور خر آمد گاؤ رفت کا سلسلہ ہے جو سڑسٹھ سال سے جاری ہے۔ ہمارے لئے زرداری، نواز شریف اور عمران خان میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ہماری سیاسی اور عسکری قیادت اپنے اطوار تبدیل نہیں کرتی تو ہم مستقبل قریب میں پاکستان میں طبقاتی جنگ ہوتی دیکھ رہے ہیں۔ haves اور have nots کے درمیان ایک خونی معرکہ ہوتا نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اشرافیہ کی لوٹ مار نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کرتوتوں کے نتیجہ میں ہمیں ایک دوسرے کی قوت کا مزہ چکھائے گا۔ جسے قرآن پاک میں اُس نے اپنے عذاب کی ایک قسم کے طور پر بیان فرمایا ہے، بہرکیف ہم نے باہمی جنگ وجدل سے پاکستان کو بُری طرح زخمی کر دیا ہے۔ پاکستان کی فضاؤں میں خارج سے داخل ہونے والے گدھ چکر لگا رہے ہیں اور پاکستان کو نوچنے کے لئے صحیح اور مناسب وقت کے انتظار میں ہیں۔ آہ کاش! ہم ہوش کے ناخن لیں۔ آہ کاش! ہم صرف زبان سے نہیں دل کی گہرائی سے کہیں، اللہ اکبر اور اُس کی کبریائی کو عملاً قائم اور نافذ کریں تاکہ اُس عذاب کے بادل چھٹ جائیں جو آیا چاہتا ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کریں، اُس سے معافی طلب کریں۔ وہ بڑا غفور و رحیم ہے، معاف کر دے گا۔ ان شاء اللہ۔ اِس کے سوا بچت اور نجات کا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

محنت و استقلال

بے کوشش و بے جہد ثمر کِس کو ملا ہے
بے غوطہ زنی گنجِ گہر کِس کو ملا ہے
بے خون پیے لقمۂ تر کِس کو ملا ہے
بے جورِ کشی تاجِ ظفر کِس کو ملا ہے
بے خاک کے چھانے ہوئے زر کِس کو ملا ہے
بے کاوشِ جاں علم و ہنر کِس کو ملا ہے

انقلابی جماعت کے تربیتی مراحل

سورۃ الجمعہ کی ابتدائی آیات کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 29 اگست 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ الجمعہ کا سلسلہ وار مطالعہ چل رہا ہے۔ گزشتہ جمعہ سورۃ الجمعہ کے حوالے سے کچھ ابتدائی اور تعارفی گفتگو ہوئی تھی۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ درمیان میں چند ماہ کا فصل آ گیا تھا اور یہ بات بھی میں نے واضح کی تھی کہ سورۂ مبارکہ کا دوسرا رکوع احکام جمعہ پر مشتمل ہے۔ وہاں فرضیت جمعہ اور احکام جمعہ کا بیان ہے۔ پہلا رکوع بظاہر نظام جمعہ سے متعلق نظر نہیں آتا۔ لیکن اس کا بڑا گہرا تعلق سورۃ الصّف کے ساتھ ہے جس کا ہم نے مطالعہ کیا تھا۔

سورۃ الصّف کا مرکزی مضمون ہے ''انقلابی مشن کیا ہے؟'' سورۃ الجمعہ کا مضمون ہے کہ اس انقلابی مشن کے لئے کارکن کیسے تیار ہوں گے۔ یعنی محمد عربی ﷺ نے انقلاب کیسے برپا کیا۔ وہ حزب اللہ کیسے تیار ہوئی تھی۔ اس کی تربیت کن خطوط پر ہوئی تھی۔ انقلابی مشن کا ذکر قرآن میں تین جگہ ہے اور اس مشن کے لئے کارکنوں کی تیاری کس نہج پر ہوگی اس کا ذکر چار مرتبہ آیا ہے۔ سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ کا اصل مضمون یہ ہے۔ اکبر الہ آبادی کا شعر یاد آ رہا ہے ؎

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے!

بدر میں ایک عظیم الشان فتح ہوئی ہے۔ 313 نہتے مسلمان تھے۔ مقابل میں ایک ہزار کفار کا لشکر تھا۔ اس سے پہلے 15 سال جو محنت ہوئی یہ فتح اصل میں اس کا نتیجہ تھا۔ اس محنت کا آغاز تو غار حرا کی تنہائیوں سے ہوا ہے جہاں پہلی وحی آئی ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے مشقت میں 15 سال گزارے ہیں۔ اس عرصہ میں ایک انقلابی جماعت کی تیاری کی گئی ہے۔ جسے اقبال نے بھی کہا: ؎

با نشہ درویشی در ساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن

انقلابی جماعت کی تربیت کے لئے پہلے تو افراد کے اندر درویشی پیدا کرنی ہوتی ہے۔ اس درویشی کا درس محمد ﷺ نے دیا۔ یعنی دنیا مطلوب و مقصود نہیں ہے۔ بلکہ آخرت اور اللہ کی محبت سب سے اُوپر ہے۔ 15 سال ان افراد کے اوپر جو محنت ہوئی، اسے قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

مرتب: فرقان دانش

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (الجمعہ:2) ''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبرؐ (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔'' یہ اس سورۂ مبارکہ کا مرکزی مضمون ہے۔ اب پہلی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں: ﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝﴾ (الجمعہ:1) ''جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔'' تسبیح وتحمید ہو رہی ہے اس اللہ کی جو الملک ہے القدوس ہے العزیز ہے اور الحکیم ہے۔ اللہ کے اسماء میں سے چار کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے۔ بالعموم سورتوں میں دو کا ذکر ہوا ہے۔ العزیز الحکیم یہاں چار کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ اگلی آیت میں آنحضور ﷺ کا جو منہج بتایا گیا کہ جس نہج سے آپ نے وہ جماعت تیار کی اس کے بھی چار حصے ہیں۔ ان چاروں کا تعلق اللہ کے ان اسمائے حسنیٰ کے ساتھ براہ راست ربط بنتا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت ہے: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾ لفظ اُمی کو یہود حقارت کے طور پر استعمال کرتے تھے کہ یہ بنو اسماعیل اُمی ہیں۔ یہ پڑھے لکھے لوگ نہیں ہیں۔ ان کے پاس نبوت کی روشنی نہیں آئی۔ ڈھائی ہزار سال سے کوئی نبی اور رسول نہیں آیا۔ ان کے ہاں پڑھنے لکھنے کا رواج ہی نہیں ہے۔ کوئی باقاعدہ تعلیم کا سسٹم سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور ہم وہ لوگ ہیں جو کتاب والے ہیں۔ قرآن نے بھی یہودیوں کو اہل کتاب کہا ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ بنی اسرائیل اہل کتاب ہونے پر ناز کرتے تھے اور عربوں کو کہتے تھے کہ یہ اُمی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کو ان کے منہ پر دے مارا اور اس کو ایک مقام عطا کر دیا۔ فرمایا کہ ان اُمیین میں اللہ نے ایک رسول نبی اُمیؐ کو اُٹھایا ہے۔ تم جنہیں اُمی کہہ رہے ہو یہ پوری دنیا کے لئے معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یہ پوری دنیا کو اخلاق سکھانے والے ہیں۔ یہ نبی تمہاری اصلاح کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ رسولؐ کیا کرتے ہیں: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ یہ چار الفاظ قرآن مجید میں 4 مرتبہ Repeat ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کا تعلق ذرا جوڑیں اللہ کے ان اسمائے حسنیٰ کے ساتھ جو پہلی آیت میں آئے ہیں۔ اللہ کا پہلا جو اسم یہاں پر آیا ''الملک'' بادشاہ، اس کے مقابلے میں آنحضور ﷺ کے جو فرائض چہارگانہ ہیں یا جو چار کام آپ نے کیے ہیں، جن کے ذریعے ایک انقلابی جماعت تیار کی ہے۔ وہاں پہلے الفاظ ہیں ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ اللہ۔ الملک، بادشاہ حقیقی کے فرامین ان آیات کی صورت میں سنانے والے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ۔ یہ آیات انقلاب کی بنیاد ہیں۔ اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے دوسرا لفظ آیا ''القدوس'' وہ مجسم پاکیزگی ہے۔ اللہ کے رسول دوسرا کام کیا کر رہے ہیں۔ ﴿يزكيهم﴾ اپنے ساتھیوں کا تزکیہ فرما رہے ہیں۔ ان کے باطن کو پاک کر رہے ہیں۔ وہاں لفظ قدوس، یہاں تزکیہ۔ تیسرا اسمائے گرامی آیا ہے۔ ﴿العزيز﴾ جو مقتدر ہے، غالب ہے، جس کا حکم چلتا ہے۔ یہاں جو الفاظ آئے ہیں الکتاب وہ کتاب کی تعلیم دیتے ہیں۔ کتاب سے مراد ہے شریعت کے احکام۔ وہ جو مقتدر ہستی ہے یہ اس کے احکامات ہیں۔ کیا جائز ہے، کیا ناجائز ہے کیا صحیح ہے کیا غلط ہے۔ اگلا اسم حسنیٰ آیا ''الحکیم'' کمال حکمت والا۔ یہاں پر حضور ﷺ کے چاروں کاموں میں سے جو آخری کام بیان ہوا وہ یہ کہ آپ حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ دونوں آیات بہت مربوط ہیں۔ آیئے اب اس آیت پر غور کرتے ہیں، فرمایا: ﴿يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ﴾ یہ پہلا کام ہے۔ یہ کوئی جذباتی نعرے سے بات شروع نہیں ہوتی۔ حقائق سے بات شروع ہوئی ہے۔ کائنات کے جو ابدی حقائق ہیں ان کو مانو کہ تمہارے ان بتوں میں کچھ نہیں ہے کائنات میں ایک ہی ہستی ہے جو مختار کل ہے۔ اس کو ہم ایمان کہتے ہیں۔ ایمان آخرت پر رسالت پر اور جو بھی امور غیبیہ ہیں ان کو ماننے کا نام ہے، غور سے آپ دیکھیں گے تو یہی کائنات کے ابدی حقائق ہیں۔ ان کی خبر رسول لے کر آتا ہے۔ اس لئے کہ ان ابدی حقائق تک پہنچنے کا کوئی واضح اور موثر راستہ نہیں ہے۔ انسان ہمیشہ حقیقت کی تلاش میں در بدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا ہے۔ اگر آپ فلسفے کی داستان سنیں تو وہ انسانوں کی ٹھوکروں کی ایک داستان ہے۔ حقیقت کی تلاش میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ ان کا اتفاق کبھی نہیں ہو سکا۔ جو کچھ سوچ بچار کر کے لکھتے ہیں تو اس میں بھی کہتے ہیں کہ ہمارا گمان یہ ہے کہ ایسا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا ہے۔ کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ یہ اصل بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ کسی نہ کسی انداز سے ہر فلسفی کو آنے والے فلسفی نے رد کیا ہے۔ اگرچہ ابدی حقائق کا اجمالی علم ہماری فطرت کے اندر رکھا گیا ہے۔ لیکن ہم اپنے حواس اور عقل کی بنیاد پر وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے!

ابدی حقائق کا علم کہاں سے آئے گا۔ نبی وہ حقائق کا علم لے کر آتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ وہ ایک اللہ ہے، اسی کا حکم چل رہا ہے۔ کل اختیار کا مالک وہ ہے۔ تمام اچھے نام اس کے ہیں۔ کائنات میں جو خیر و خوبی، بھلائی ہے، حسن ہے۔ سب کا سرچشمہ وہی ایک ذات ہے۔ مشکل کشا وہی ہے۔ حاجت روا وہی ہے۔ وہی اس کائنات، دنیا اور اس عالم کا بھی مالک ہے اور جو عالم آخرت ہے اس کا مالک بھی وہی ہوگا۔ اس نے انسان کو اس دنیا میں ایک خاص مقصد کے تحت بھیجا ہے۔ یہ دنیا تمہارے لئے ہمیشہ کی منزل نہیں ہے۔ دنیا تو ایک عارضی مستقر ہے۔ بہت ہی عارضی سی مہلت عمر ہے جو اس دنیا میں گزارنی ہے۔ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ

پریس ریلیز 05 ستمبر 2014

اسلام آباد میں ہونے والی جنگ اسلام کی نہیں مفادات کی جنگ ہے

پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام نافذ نہ ہوا تو وہ ہمیشہ عدم استحکام کا شکار رہے گا

حافظ عاکف سعید

پاکستان میں حقیقی اسلامی نظام نافذ نہ ہوا تو وہ ہمیشہ عدم استحکام کا شکار رہے گا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں ناکام ہونے کی وجہ سے تمام مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ نہ ہم سیاسی استحکام حاصل کر سکے اور نہ ہی معاشی لحاظ سے خودکفیل ہو سکے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس پس منظر میں یہ ایک کڑوی حقیقت ہے کہ پاکستان اپنے قیام کا جواز کھو چکا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت کی جیت ہو یا عمران اور طاہر القادری کی، ہر دو صورت میں پاکستان کی ہار ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ 2013ء کے انتخابات کے نتیجہ میں عوام نے نواز شریف کے ساتھ بڑی امیدیں وابستہ کی تھیں، لیکن ہمارا آغاز سے ہی مؤقف تھا کہ کسی بھی صورت میں پاکستان کے حوالہ سے مثبت نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ ہم نے اللہ اور اُس کے رسول سے غداری کی ہے اور ایسے کوئی آثار نظر نہیں آتے کہ ہم اس باطل نظام پر دو حرف بھیج کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام آباد میں ہونے والی جنگ اشرافیہ کی جنگ ہے فریقین اقتدار چھیننے اور اقتدار سے چمٹے رہنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ یہ اسلام کی نہیں مفادات کی جنگ ہے۔ جس میں پاکستان کے غریب عوام کو جھونک دیا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم باہمی سرپھٹول میں توانائیاں ضائع کر رہے ہیں اور پاکستان کے دشمن آخری وار کرنے کے لئے مناسب وقت کے انتظار میں ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

الْمَوْتِ ﴾ (العنکبوت:57) ''ہر متنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔'' لیکن موت پر حیات کا خاتمہ نہیں ہو جائے گا۔ وہ تو ایک صورت سے دوسرے جہان میں منتقلی کا نام ہے۔ اب عالم برزخ میں شفٹ ہو گئے ہو۔ پھر اٹھا کھڑے کر دیے جاؤ گے۔ وہ اصل زندگی ہے۔ ﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ ﴾ (العنکبوت:64) ''اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔'' یہ ہیں کائنات کے ابدی حقائق جس کو ہم ایمان کہتے ہیں۔ یہ کوئی متبرک عقیدہ نہیں ہے کہ جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ یہ عین حقائق ہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے۔ چنانچہ ﴿ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ ﴾ کا مقصد اس انقلابی جماعت کی سوچ کو بدلنا ہے۔ اللہ کے ساتھ اس کے تعلق کو قائم کرنا ہے۔ ایک رب کی بندگی اختیار کرنی ہے، کیونکہ وہ مالک حقیقی ہے اور ہم اس کے غلام حقیقی ہیں۔ وہ ہمارا محسن ہے۔ اسی نے ہمیں مسجود ملائک اور اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ ساری مخلوقات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ یہ چرند پرند بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ اللہ نے تمہیں اشرف المخلوقات بنایا ہے، لیکن یہ انسان اپنے آپ کو حیوانوں کی سطح پر لانے کے لئے بے چین ہے۔ آج کی تہذیب کا کلائمکس ہی یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو حیوانوں کے برابر لے آئیں۔ حیوان اپنی جبلت کے تحت زندگی گزارتا ہے۔ وہ اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے آج کا جو مغربی فلسفہ حیات ہے، وہ حیوانیت پر مشتمل ہے۔ جس شخص کو جس چیز میں مسرت اور فائدہ نظر آئے وہ اس کے لئے خیر ہے۔ اگر مجھے مسرت اور فائدہ نظر آتا ہے کہ میں دوسرے کا مال ضبط کرلوں، میں دوسرے کے حقوق پر ڈاکہ ڈالوں تو میرے لئے یہی خیر ہے۔ آج کا علم اخلاق انسان کو یہ تعلیم دے رہا ہے۔ یہ حیوانیت نہیں تو اور کیا ہے۔ جبکہ قرآن واقعتاً حقائق کو بیان کرتا ہے کہ دنیا میں تمہاری حیثیت کیا ہے، تمہاری منزل کون سی ہے اور اس منزل کے حوالے سے صحیح راستہ کون سا ہے۔ اگر اس صحیح راستے کو اختیار نہ کیا تو پھر جو بھیانک انجام ہے وہ ابھی سے سن لو۔ دنیا میں اللہ نے چھوٹ دے دی ہے۔ ﴿اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا ○﴾ (الدھر:3) ''(اب وہ) خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا۔'' دنیا دار الامتحان ہے، اللہ کسی پر جبر نہیں کرتا۔ ایک راستہ وہ ہے جو نبی اور رسول دکھا رہے ہیں جبکہ اس کے برعکس جو راستے ہیں وہ سب شیطان کے راستے ہیں۔ اب تم طے کرلو کہ کس راستے پر چلنا ہے۔ اللہ اس میں رکاوٹ نہیں ڈالے گا۔ تمہیں موقع دے گا۔ لیکن سن لو شیطان کی پیروی کا انجام کیا ہونا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح تم روزانہ سو جاتے ہو اسی طرح ایک روز موت کی نیند سو جاؤ گے، اور جیسے روزانہ صبح اُٹھتے ہو اسی طرح ایک دن میدان حشر میں تمہاری آنکھ کھلے گی، یہ ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کے بارے میں کوئی سوچنے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ اس سے ہمارے عیش و آرام میں خلل واقع ہو گا۔ ﴿بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ ﴾ (القیامۃ:5) ''مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے کو خودسری کرتا جائے۔'' انسان چاہتا ہے کہ گناہوں میں آگے بڑھتا رہے۔ لہٰذا آخرت کا انکار کرنا بہتر سمجھتا ہے۔ ورنہ پھر قدم قدم پر دیکھنا پڑے گا کہ یہ چیز اللہ کو پسند ہے کہ نہیں۔ یہ جو میں کام کر رہا ہوں یہ جہنم میں لے جانے والا ہے یا اللہ کو راضی کرنے والا راستہ ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ آخرت کو بھول جاؤ۔ انکار نہ بھی کرو تو ایک فلسفہ ہے جس میں ہم نے پناہ لے رکھی ہے کہ ''اب تو آرام سے گزرتی ہے آخرت کی خبر خدا جانے'' بہرحال تربیت کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اندر کی دنیا میں انقلاب برپا کرنا ہے اور اس کا ذریعہ آیات قرآنی ہیں۔ سوچ کی درستگی، قبلہ کی درستگی آیات کے ذریعے ہی ہو گی۔ اقبال کیا کہہ رہے ہیں۔ ؎

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

آج کا امام برحق کون ہے۔ اقبال 14 سو سال پرانی شخصیت نہیں ہیں بلکہ اسی دور کی شخصیت ہیں۔ آج کے دور کے لئے وہ پیغام دے رہے ہیں کہ اصل میں امام برحق وہ ہے جو تمہیں اس دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بے زار کر کے تمہاری نگاہ کو آخرت پر مرتکز کر دے۔ جب قرآن اندر سرایت کر جاتا ہے تو یہ کیفیت لازماً پیدا ہو جاتی ہے۔ آنحضور ﷺ نے یہ کام آیات قرآنی کے ذریعے کیا۔ آپؐ کے مواعظ بہت کم ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کوئی لمبی تقریر کی ہو کوئی خطبہ دیا ہو۔ اگر ہیں بھی تو بہت مختصر۔ جہاں بھی آپؐ ایمان کی دعوت دیتے تھے آیات قرآنی ہی پیش کرتے تھے۔ اس سے زیادہ موثر اور کیا ہو سکتا ہے یہ اللہ کا وعظ ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اسی کے ذریعے اندر کی دنیا میں انقلاب آیا تھا۔

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنی جماعت کا تزکیہ فرمایا۔ پہلے تلاوت آیات سے سوچ بدلی، پھر ان کا تزکیہ فرمایا۔ تزکیہ کیا ہے۔ دراصل انسان کے اندر ایک طرف حیوانی خواہشات رکھ دی گئی ہیں اور دوسری طرف اس کے اندر ایک ملکوتی عنصر ہے۔ اسی انسان کے اندر لالچ، طمع، حب دنیا، حب مال بھی ہے۔ انتقام اور غصہ بھی ہے۔ یہ ساری چیزیں نفس کی کمزوریاں ہیں۔ اگر ان کمزوریوں پر قابو نہ پایا جائے تو ہدایت اگر آ بھی گئی تو انسان کے لئے صراط مستقیم پر چلنا بڑا مشکل ہے۔ یہ کمزوریاں قدم قدم پر پاؤں کی بیڑیاں بن جاتی ہیں۔ تزکیہ اس لئے ضروری ہے تاکہ اندر سے باطن ان کمزوریوں سے پاک ہو جائے۔ ﴿وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ○﴾ (النساء:28) ''اور انسان (طبعًا) کمزور پیدا ہوا'' انسان کی خلقت میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں۔ یہ بشر ہے، اس کے اندر حدود کو پھلانگنے کا معاملہ ہے۔ دوسروں کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کا معاملہ ہے۔ یہ انسان کی طبیعت کا حصہ ہے۔ ﴿وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ○﴾ (العادیات:8) ''وہ تو مال سے سخت محبت کرنے والا ہے۔'' لہٰذا تزکیہ کرنا پڑے گا۔ باطن کو ان خرابیوں سے پاک کرنا پڑے گا۔ آنحضور ﷺ کا دوسرا کام یہ تھا کہ تزکیہ کے ذریعے باطن کی صفائی فرماتے تھے۔ زکوٰۃ کیا ہے؟ ہمارے اندر جو کمزوریاں ہیں ان میں ایک کمزوری مال کی محبت ہے۔ زیادہ سے زیادہ مال مل جائے۔ لفظ زکوٰۃ کا مفہوم پاکیزگی ہے۔ پاک کس کو کرنا ہے۔ اندر جو مال کی محبت رچی بسی ہوئی ہے، اس کو پاک کرنے کا ذریعہ یہ زکوٰۃ ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اپنے مال میں سے ایک حصہ نکالو۔ تاکہ مال کی محبت جو رچی بسی ہوئی ہے یہ اندر سے اکھڑنا شروع ہو۔ اگر نفاق کی کیفیت پیدا ہو رہی ہے۔ یعنی اسلام تو لے آئے ہیں نہ نماز میں دل لگتا ہے نہ دل کرتا ہے کہ دین کے کام کریں۔ دنیا کی محبت بڑھتی جا رہی ہے تو علاج بھی یہی بتایا گیا کہ انفاق کرو۔ زیادہ سے زیادہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اس سے باطن کی صفائی ہو گی۔ نفاق بھی اس سے دور ہو گا۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیات بھی انسان کا تزکیہ کرتی ہیں۔ ان میں وہ تاثیر ہے۔ فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ○﴾ (یونس:57) ''اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس وہ چیز جو تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لئے موعظت و

نصیحت ہے۔ اور یہ جو کتاب اللہ نے اتاری ہے اس کی آیات سینوں کے امراض کی دوا بھی ہے''۔ تزکیہ کیوں ضروری ہے؟ انقلابی جماعت اگر اس کے بغیر ہوگی تو جیسا کہ سورۃ محمد کی ایک آیت کا مفہوم ہے: اے مسلمانو، ابھی اللہ نے تمہیں فتح اس لئے بھی نہیں دی کہ تمہارے اندر کچے پکے لوگ بھی ہیں۔ اگر ان کو اقتدار مل جاتا تو وہ زمین میں اور فساد مچاتے۔

جن کا تزکیہ نہ ہوا ہو، اگر ان کو اقتدار مل جائے تو وہ دین کے نام پر بھی فساد کریں گے۔ اس لئے تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے۔

تیسرا کام جو آپؐ نے کیا وہ کیا تھا: ﴿وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ج﴾ ''اور آپ نے تعلیم دی کتاب کی اور حکمت کی۔'' آپؐ کے گرد جو لوگ اکٹھے ہوئے، جو ایمان لائے، جہاں آپؐ ان کی تربیت فرما رہے ہیں، تزکیہ فرما رہے ہیں، وہیں انہیں کتاب کی تعلیم دے رہے ہیں۔ کتاب اگرچہ قرآن مجید بھی ہے۔ اس کا ذکر تو پہلے آ گیا کہ آپؐ اس قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ تعلیم کتاب میں خاص ایک پہلو کی طرف اشارہ ہے یعنی شریعت کا علم، حلال وحرام اور جائز وناجائز کا علم۔ لفظ کَتَبَ، کُتِبَ قرآن مجید میں فرض اور واجب کے لیے آیا: ﴿کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ﴾ (البقرۃ:216) ''(مسلمانو!) تم پر (اللہ کے راستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے۔'' ﴿کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ﴾ (البقرۃ:183) ''تم پر روزے فرض کیے گئے۔'' یہ علم بھی ضروری ہے کہ کون سی چیزیں فرض ہیں، واجب ہیں، یہاں پر تعلیم کتاب میں خاص طور پر قرآن کی تعلیم کا وہ گوشہ ہے جس میں شریعت کے حلال وحرام، جائز وناجائز، کیا صحیح ہے کیا غلط ہے کی تعلیم ہے۔ یہ تعلیم بھی آپ ﷺ نے دی۔ چوتھا کام تھا ''حکمت کی تعلیم''۔ حکمت دراصل تعلیم کا بہت اعلیٰ درجہ ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اشیاء کی اصل حکمت معلوم ہو جائے۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا!

ہر حکم کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن ہے۔ مثلاً احکام شریعت ہیں، روزہ فرض کر دیا گیا، لیکن اس کی حکمت کیا ہے۔ ٹھیک ہے اللہ نے فرض کیا، اللہ کو اختیار ہے۔ وہ مالک ہے، وہ خالق ہے، ہمارا آقا ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں، ہم پر جو شے چاہے فرض کر دے، لیکن اس کی کوئی حکمت بھی ہے، ہمارے لیے اس میں کوئی افادیت بھی ہے؟ نماز کیوں فرض کی گئی، اس کی حکمت کیا ہے؟ یہ حکمت بھی قرآن مجید کا ایک مستقل موضوع ہے۔ حکمت ہے بحیثیت مجموعی دین کے پورے سسٹم کو سمجھنا۔ حکمت دراصل چوٹی کی شے ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ﴿وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا﴾ (البقرہ:269)۔ ''جس کو حکمت عطا کی گئی، یقیناً اسے خیر کثیر عطا ہوئی۔'' دین کی تعلیمات بہت سی ہیں۔ نماز کی کچھ سنتیں ہیں، کچھ فرض ہیں، کچھ چیزیں واجب بھی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان کا خیال نہ رکھے، صرف مستحبات کا خیال رکھ رہا ہے اور فرض اور واجب کو نظر انداز کر رہا ہے تو وہ پورے ڈھانچے کو تلپٹ کر رہا ہے۔ اسی طریقے سے کیا چیز جائز ہے کیا ناجائز، اس کی درجہ بندی ہے۔ دین میں بڑی بڑی باتیں کیا ہیں جن سے بچنا ضروری ہے اور وہ کیا چیزیں ہیں جن کا اہتمام ضروری ہے۔ جب بگاڑ آتا ہے تو چھوٹے چھوٹے معاملات پر زور دیا جاتا ہے۔ مثلاً جو چیزیں اختلافی ہیں یا جن میں معمولی علمی اختلاف ہیں، ان کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ آمین بالجہر کہنی ہے یا دل ہی دل میں پڑھنی ہے۔ اسی طرح تراویح کا مسئلہ ہے۔ رفع یدین کا مسئلہ ہے۔ یہ چیزیں پورے دین میں معمولی علمی اختلافات ہیں جن سے کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوتا، اور جو بڑے معاملات ہیں جن کی وجہ سے مسلمان اللہ سے حالت جنگ میں ہیں، بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں، ان کا شعور ہی نہیں ہے۔ حکمت یہ ہے کہ انسان جان لے کہ اصل ایشو کیا ہے۔ اہم ترین معاملات کیا ہیں اور پھر ان کو اسی کے مطابق ترجیح دے۔ افسوس ہم بڑی چیزوں کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ایک دوسرے سے باہم دست وگریبان ہیں، اسی کے فتوے دیئے جا رہے ہیں یعنی مچھر چھانتے ہیں اور سموچے اونٹ نگل جاتے ہیں۔ یہ تب ہوتا ہے جب کوئی قوم حکمت سے بے بہرہ ہو جائے۔ دین میں کیا احکام ہیں، ان کی کیا حکمت ہے، یہ بھی ایک گوشہ ہے، اس کی بھی آپ تعلیم دے رہے ہیں۔ خود حکمت کا ایک بہت بڑا ذخیرہ قرآن مجید ہے۔ احادیث رسول ﷺ بھی حکمت کا بہت بڑا خزانہ ہے۔

بہر حال یہ چار کام آپؐ نے کیے تو وہ انقلابی جماعت تیار ہوئی۔ آج بھی اگر کوئی انقلابی جماعت بنتی ہے تو وہ اس پراسیس سے گزر کر ہی حقیقی معنوں میں اسلامی انقلابی جماعت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی رُخ پر کام کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

- قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
- قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
- عیدالاضحیٰ اور قربانی میں باہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
- حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط وتعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

قیمت اشاعت خاص: 45 روپے، اشاعتِ عام: 30 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون 03-35869501
maktaba@tanzeem.org

صاحبِ رٹ کون؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

طویل دورانیے کا سنسنی خیز ڈرامہ، 800 ارب روپے کی کھپت سے تیار شدہ سکرپٹ کے مطابق چل رہا تھا۔ چند غیر معمولی موڑ اور ناظرین وسامعین کے غیر متوقع ردعمل سے اگلی اقساط میں شاید ردوبدل ہو جائے۔ تاہم میڈیا سے چپکی قوم کے لئے یہ اعصاب شکن ڈراما طے شدہ صدا کار، اداکار، بریکنگ نیوز موسیقی ، اتار چڑھاؤ، طربیے ،المیے، قہقہے، ناچ اور پھر مرثیے، قبریں ،کفن، آنسو، آہیں، ہیرو، ولن، مکمل اجزا کے ساتھ چلتا رہا۔ کالم نگار لمحہ لمحہ بدلتی صورتحال، نت نئے انکشافات کے پیش نظر الجھا رہتا ہے کہ نجانے اشاعت تک ڈراما کون سا موڑ مڑ چکا ہو گا۔ کاش یہ ڈراما ملک وقوم کی اقتصادی تباہی اور استحکام پر اتنا بھاری نہ ہوتا تو اس سے حظ اٹھایا جا سکتا تھا۔ پورے ملک کو مٹھی بھر لوگوں نے جس طرح 18 دن سے یرغمال بنا رکھا ہے اور انہیں ہتھیلی کے پھپھولے کی طرح رکھا گیا، وہ حیران کن، بے زار کن ہے۔ پوری قوم اظہار برأت و بے زاری کر چکی۔ سیاسی جماعتیں، وکلاء، صحافی، تاجر، ارکانِ پارلیمنٹ، عدلیہ سب نے بیک زبان اس طرز سیاست کو رد کر دیا۔ کون سا خفیہ ہاتھ تھا جو اتنے دن اس فلاپ کو چلاتا اور قوت بخشتا رہا؟ غیر یقینی صورتحال نے پوری قوم کو اعصابی مریض بنا دیا۔ حکومت، عوام، عدلیہ، سب مٹھی بھر لاڈلوں کے ہاتھ یرغمال کس نے اور کیونکر بنائے رکھے؟ اس ملین ڈالر سوال کا جواب کون دے گا؟ ہدایت کاروں کا یہ عالم کہ خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں، صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں! جب ایک دیوانے نے بالآخر آگے بڑھ کر پردہ ہٹایا تو افراتفری کی ایک گرد اٹھی اور تردید وانکار کی پٹیاں چل پڑیں۔ صرف موازنہ کر کے دیکھ لیجئے۔ لال مسجد سانحے اور انقلاب کے جی داروں کا۔ وہاں ایک مسجد اور مدرسے کی چاردیواری میں محدود احتجاج اور مطالبات نے رٹ کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ قرآن پڑھتی طالبات اور طلبہ کو فاسفورس بموں سے بھسم کر دیا گیا۔ مسجد کی حرمت پامال ہوئی۔ قرآن، حدیث کے اوراق اور معصوم انگلیاں بہتے گندے نالے میں بہہ نکلے۔ یہاں پوری ریاست یرغمال بنی۔ ملک کی شہ رگ، ریاستی ادارے، بین الاقوامی اداروں، سفارتخانوں والے ریڈزون میں ڈھائی ہفتے ڈراما جمہوریت رچائے رکھا۔ تجارت، سفارت، سرمایہ کاری، تعلیم، آئین، قانون سب معطل۔ پٹرول بموں، کرینوں، کٹرز، گیس ماسک، غلیلوں، پتھروں بنٹوں سے مسلح، توڑ پھوڑ آتش زنی، کیلوں سے لیس ڈنڈے لیے، پُرامن بلوائی آئین قانون کے چیتھڑے اڑاتے پھرتے رہے۔ پہلے دو ہفتے ریڈزون ناچ گھر اور فیشن وموسیقی شوز کا منظر دنیا کو دکھاتا رہا۔ طربیہ مناظر مکمل ہوئے۔

اس دوران سپریم کورٹ کی دیواروں پر دھلی شلواریں لاڈلی جماعتوں کے کارکنان کے دھوبی گھاٹ بنے رہنے کے شرمناک مناظر دنیا کو دکھاتی رہیں۔ (نیا پاکستان!) اندازہ کیجئے اگر یہ کپڑے، طالبان کے ہوتے؟ دو گھنٹے میں طبلِ جنگ بج جاتا۔ امریکہ، یورپ، یواین او تہلکہ مچادیتے۔ یہ دھوبی گھاٹ آپریشن کے گھاٹ اتر چکے ہوتے۔ لیکن یہاں 245 والی فوج، رینجرز (موازنہ لال مسجد، کوئٹہ میں شک پر موت کے گھاٹ اتاری چیچن عورتیں اور کراچی میں سرفراز شاہ) آئین، قانون رٹ سب دھتورا پیئے سوتے رہے۔ پولیس نے ربڑ گولیوں اور آنسو گیس کے استعمال سے آتش زنوں اور ''پُرامن'' بلوائیوں کو روکنے کی ہر جگہ ناکام کوشش کی۔ ہر پولیس افسر کیوں پیچھے ہٹ گیا؟ تاآنکہ جو ایک آگے بڑھا ایس ایس پی جونیجو وہ بری طرح (بلوائیوں کے ہاتھوں) زخمی ہو کر ہسپتال جا پہنچا۔ بلوائیوں کو ریمنڈ ڈیوس جیسی سفارتکارانہ استثناء کس نے دے رکھی تھی؟ یہ مقدس گروہ دن دہاڑے جھنڈے اور جماعتی شناخت لیے ریاست کے اہم ترین ادارے (ریاست کی آواز پی ٹی وی) پر ٹوٹ پڑا۔ مکمل تکنیکی معلومات اور ضروری آلات سے لیس ماسٹر کنٹرول روم تک پہنچ کر بلا روک ٹوک ریاست کی آواز کا گلا گھونٹ چکا تھا۔ پی ٹی وی ورلڈ اور ملک سے نشریاتی رابطے کو منقطع کرنے کے اسباب وسائل بلوائیوں کے پاس کیونکر موجود تھے؟ 14 کیمرے لوٹے، 6 عدد توڑے، کینٹین لوٹی، 45 ہزار روپے چرائے۔ مسجد تک سے لاؤڈ سپیکر چٹائیاں تک اٹھا کر لے گئے۔ خاتون صحافی اور دیگر عملے پر تشدد کیا۔ اتنی بے خوفی کس برتے پر تھی؟ کون سے غیر مرئی ہاتھ تحفظ بھی دے رہے تھے فون پر ہدایات بھی۔ (عملے نے رپورٹ کیا) لوٹ مار کے یہ مناظر دیگر میڈیا کے ذریعے پوری دنیا نے دیکھے۔ جامعہ حفصہ کی باپردہ عورتوں کے سادہ غیر متحرک ڈنڈوں نے تو انہیں دنیا میں شرمسار کر دیا تھا، لہٰذا شرمساری ان کے خون سے دھو ڈالی گئی۔ یہ شرمناک مناظر دنیا کو لاقانونیت کا گہوارہ نیا پاکستان دکھاتے حیا کیوں نہ تمتمائی؟ وہ بلوائی جن کے ہاتھوں پولیس کے سو سے زیادہ اہلکار ہسپتال پہنچ گئے۔ رینجرز کو دیکھ کر، آنکھ کے ایک اشارے اور صرف ایک آواز پر لمحوں بھر میں عمارت خالی کر کے کیونکر نکل گئے؟ اتنی آسانی سے تو کمرے سے مکھیاں بھی نہیں نکلتیں! منظر ایسا تھا جیسے خونخوار کتا کسی پر ٹوٹ پڑے اور مالک پکار دے تو تکا بوٹی کرنے پر تُلا ہوا فوراً دم ہلاتا باہر نکل جائے! پُرامن انقلاب! نیا پاکستان! سارے مناظر کے بعد کنٹینر پر تھرکتے، بے پروا غیر ذمہ دارانہ چیونگم چباتا لیڈر اپنے سابقہ سسرال برطانیہ کی جمہوریت کے سنہرے خواب عوام کو دکھاتا رہا؟ تمام چینلز اس خشوع وخضوع سے ملک وقوم کی تقدیر کو آگ لگا دینے کے درپے برطانوی، فرانسیسی شہریت والے یہودی سرمایہ کار گولڈ اسمتھ کے سابق داماد کو ہیرو بنا کر دکھانے پر کیوں مجبور ہیں؟ دن بھر کے شرمناک مناظر، جاوید ہاشمی کے انکشافات (جن کی صداقت اظہر من الشمس ہے) کے باوجود اتنا دم خم لیے خدا کے لہجے میں بولنے والے کی قوت کا مصدر کیا ہے؟ نہ جمہوریت نہ انصاف جس کے بلند بانگ دعوے شریعت مخالف سیاستدان و طاقتوران کرتے ہیں۔ صرف لاٹھی بھینس نظام، السیسی، کرزئی نظام مطلوب ہے۔ امریکی غلامی پر مہر ثبت کرنے کے لیے (باقی صفحہ 16 پر)

کیا شریعت کا نفاذ صرف حکومت وقت کی ذمہ داری ہے؟

عبداللہ

انسانیت کو گمراہی اور ضلالت کے اندھیروں سے نکالنے اور معاشرے میں پھیلے ہوئے ظلم و ستم، ناانصافی اور اس کے ساتھ بے حیائی و فحاشی کے طوفان کو روکنے اور ''اسلامی شریعت'' کو نافذ کرنے کی ذمہ داری کس کی ہے؟؟ پہلے یہ کام اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے لیتا تھا۔ اب یہ کام کون کرے گا؟

موجودہ حالات میں ایک سوال سامنے آ رہا ہے کہ جب شریعت نافذ نہ ہو اور اسلامی احکامات پر عمل نہ ہو رہا ہو تو کیا شریعت نافذ کرنا صرف حکومت کی ذمہ داری ہے......؟؟ یا اُمت کے علماء و صلحاء اور امت کے ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے......؟؟ رسولوں کا مقصد بعثت ہی یہ تھا کہ میزانِ عمل کو نصب کریں:

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں اور ترازو (یعنی نظام عدل وقسط) نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

(الحدید:25)

رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف لوگوں کو اسلامی تعلیمات پڑھ کر نہیں سنائیں، بلکہ وہ نظام غالب کر کے دکھایا جسے آپ ﷺ کو دے کر بھیجا گیا تھا۔ آپ ؐ کے مقصد بعثت کے حوالے سے فرمایا گیا:

''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے دنیا کے تمام نظاموں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی بُرا لگے۔''

(الصف:9)

دین اسلام سے اعلانیہ بغاوت

آج پھر انسانیت ظلم و ستم کا شکار ہے۔ طاغوتی نظام نے اسے آج پھر اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے۔ اس ظالمانہ نظام کی وجہ سے بحر و بر میں فساد پھیل چکا ہے۔

ہمارے ملک کا حال یہ ہے کہ اِس کی 50% آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے......اور ہر سال غربت، بھوک اور افلاس کی وجہ سے ہزاروں افراد خودکشی جیسے حرام فعل کے مرتکب ہو جاتے ہیں...... ذرا سوچیے تو سہی......! آخر انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے...... جبکہ اس کے برعکس جو اس ملک کا جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ ہے...... جو کہ ملک کی آبادی کا نہایت قلیل حصہ ہے......ان کی عیاشیوں میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آخر ان کا ہاتھ روکنے والا کون ہے......؟؟

اور اگر اسلامی نظام کے حوالے سے دیکھیں تو کیا پاکستان میں شریعت نافذ ہے......؟؟ کیا یہ تمام فیصلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مطابق ہوتے ہیں؟ کیا معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی اپنے عروج پر نہیں پہنچ چکی ہے، جس نے ہمارے نوجوانوں کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے اور کیا ہمارے ملک میں سود پر مبنی معاشی نظام نے اپنے خونی پنجے نہیں گاڑ رکھے ہیں۔ اور یوں ہم نے بحیثیت پوری قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کر رکھا ہے......؟؟ کیا آج خلافت کے بابرکت نظام کے متعلق یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ ''آج خلافت کا نظام قابل عمل نہیں''...... کیا آج داڑھی اور پردہ جیسے شعائر اسلام کا یہ کہہ کر مذاق نہیں اڑایا جا رہا کہ ''داڑھی اور پردہ'' کو گھر پر رکھا جائے......؟ کیا آج برملا یہ نہیں کہا جا رہا کہ ''موسیقی کو حرام کہنے والوں سے ہمیں مقابلہ کرنا ہوگا۔'' کیا ان حالات میں حکمرانوں سے یہ توقع کیونکر رکھی جا سکتی ہے کہ وہ شریعت کو نافذ کریں گے...... اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اسلام کی چکی گردش میں ہے۔ تو جدھر قرآن کا رخ ہو اسی طرف تم بھی گھوم جاؤ، ہوشیار رہو! قرآن اور اقتدار عنقریب الگ الگ ہو جائیں گے (خبردار) قرآن کو نہ چھوڑنا، آئندہ (تم پر) ایسے حکمران ہوں گے جو تمہارے بارے میں فیصلے کریں گے۔ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکا دیں گے اور تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔'' صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ تو پھر ہم کیا کریں؟ فرمایا ''وہی کرو جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کیا، وہ لوگ آروں سے چیرے گئے، سولیوں پر لٹکائے گئے۔ اللہ کی نافرمانی میں زندہ رہنے سے بدرجہا بہتر ہے کہ اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے جان دے دے۔''

(معجم طبرانی کبیر عن معاذ بن جبلؓ)

علمائے امت کی ذمہ داری

ان حالات میں سب سے پہلے یہ علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ نفاذ شریعت کے لیے قدم اُٹھائیں کہ اُن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ)) (البخاری)

''علماء (حق) انبیاء کے وارثین ہیں۔''

اور پھر یہ ذمہ داری عمومی طور پر امت کے ہر فرد کی ہے۔ اس لیے کہ امت اسی لیے پیدا کی گئی کہ:

''(اے مسلمانو) تم بہترین امت ہو تمہیں لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔'' (آل عمران:110)

اس سلسلے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ قابل غور ہیں، جو انہوں نے اس دور کی سپر پاور کسریٰ کے دربار میں کہے تھے:

((اِنَّ اللّٰهَ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْيَانِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ))

''بے شک اللہ نے ہمیں بھیجا ہے، تاکہ ہم نکالیں انسانوں کو بندوں کی عبادت سے اللہ وحدہٗ کی عبادت کی طرف اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی طرف اور (باطل) ادیان کے ظلم و ستم سے اسلام کے عدل کی طرف۔'' (البدایہ والنہایہ 7/39)

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

ایک بڑا مسئلہ مسلمانوں میں شعور کی کمی ہے۔

ایک عام آدمی کیا جانے اسلامی نظام کیا ہے؟ وہ تو صیہونی ایجنڈے کے تحت میڈیا کے پروپیگنڈے کے زیر اثر اسلام ہی کے بارے میں تذبذب کا شکار ہوگیا ہے......کیا ایسے حالات میں قَالَ اللّٰہ و قال الرسول پڑھانے اور علماء اور حفاظ کی تعداد میں اضافہ کردینے سے علماء کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے......؟ کیا اسلامی تعلیمات کا حاصل صرف یہ ہے کہ ہر سال ہزاروں طالب علم اس کی گردان کرکے فارغ التحصیل ہو جائیں اور بس؟ اگرچہ یہ کام اپنی جگہ مبارک ہے......لیکن سوال یہ ہے کہ جو قَالَ اللّٰہ و قال الرسول ہم پڑھتے پڑھا رہے ہیں اُن کی صدائیں ہمارے اجتماعی نظام میں، ہماری معاشرت میں، ہماری معیشت میں، ہماری سیاست میں، ہمارے قانون ساز اداروں میں بھی گونجتی ہیں یا نہیں؟ آج پاکستان چھوڑیں، کیا دنیا کے کسی بھی ملک میں اسلامی نظام موجود ہے؟ کیا انبیاء کے وارثین کا یہ کام نہیں کہ غلبۂ دین کے لیے جدوجہد کریں تاکہ لوگ عدل وقسط پر قائم ہوجائیں؟ کیا علماء کرام کو اپنی مساجد اور خانقاہوں سے نکل کر اللہ کے کلمے کی سربلندی اور قرآن کے لائے ہوئے نظام کو نافذ کرنے کے لیے کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ نے آج سے سو سال قبل علماء کو اسی چیز کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا تھا:

''اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ موجودہ زمانے کی کش مکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لیے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک ''بدنما داغ'' لگاتے ہیں۔'' (مولانا سید محمد ارشد مدنی، روزنامہ جنگ کراچی، 18 مئی 2001ء)

''جبکہ انگریز حکومت اور اقتدار ہندوستان میں قائم ہے تو جس مدت تک تم اپنی اس تعلیم اور اس مدرسے سے دس بیس آدمی صحیح الخیال بناؤ گے، اس مدت میں انگریز ہزاروں کو ملحد اور زندیق بنادیں گے۔'' (از کتاب ''اسیر مالٹا'')

اسی طرح ہمارے وہ دیندار عناصر جو معاشرے میں تبلیغ دین کے کام کو لے کر چل رہے ہیں، (اگرچہ یہ کام اپنی جگہ بہت مبارک ہے) انہیں بھی یہ سوچنا چاہیے کہ آج ہم چاہے لاکھ غیر مسلموں یا کمزور عقیدہ مسلمانوں کو کلمہ پڑھادیں......لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر ہماری جدوجہد اس نظام کو تبدیل کرنے، اور اللہ کے دین کو زمین پر نافذ کرنے کے لیے نہ ہوئی، تو وہ ذرائع جو دورِ خلافت میں ہزاروں لوگوں کو بیک وقت کلمہ پڑھانے میں استعمال ہوتے تھے اب وہی ذرائع اس کلمہ سے دور کرنے کا باعث بنیں گے۔

اسی بات کو سمجھاتے ہوئے مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں: ''آج مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں، اگر آپ مسلمانوں کو 100 فیصد ''تہجد گزار'' بنادیں، سب کو متقی وپرہیزگار بنادیں، لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جارہا ہے، ملک ڈوب رہا ہے، ملک میں بداخلاقی وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، ملک میں (سچے) مسلمانوں سے نفرت پھیل رہی ہے، تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد، پانچ وقتوں کی نمازوں کا پڑھنا بھی مشکل ہوجائے گا، اگر آپ نے دینداروں کے لیے اس ماحول میں کوئی جگہ نہ بنائی، اور ان کو ملک کا بے لوث، مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا کہ جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے، تو آپ یاد رکھیے کہ عبادات ونوافل اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے، وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہوجائے گا، اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کر اور ماحول سے کاٹ کر رکھا، زندگی کے حقائق سے آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات، نئے نئے قوانین، عوام کے دل ودماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بے خبر رہے تو پھر قیامت تو الگ رہی (جو خیر امۃ کا فرضِ منصبی ہے) اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہوجائے گی۔''

(اقتباس از ''کاروانِ زندگی'' ص 373، جلد دوم، باب 15)

مسلمانوں کی پکار!

چنانچہ آج یہاں کے مظلوم مسلمان چیخ چیخ کر اپنے علماء اور مشائخ اور دیندار عناصر سے پوچھتے ہیں کہ صاحبِ اقتدار تو جاہل ہیں، اندھے ہیں اور مردہ ہیں مگر آپ تو آنکھوں والے ہیں، آپ تو عالم ہیں، آپ تو زندہ ہیں، آپ نے ہمارے لیے کیا کیا؟ اور سوالیہ انداز میں پوچھتے ہیں کہ کیا ہمیں اللہ نے اس دنیا میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے؟ کیا آپ پر لوگوں کو ظلم وستم سے نجات دلانے کی جدوجہد کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی؟ اس سلسلے میں نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسین ؓ کا وہ خطبہ سامنے رہے، جو انہوں نے کوفہ جاتے ہوئے ''بیضہ'' کے مقام پر دیا:

''لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھتا ہے جو ظالم وجابر ہے، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کررہا ہے، اللہ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو تہس نہس کررہا ہے، اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کررہا ہے، اور پھر بھی اُس شخص کو غیرت نہ آئے، نہ زبان سے وہ اس ظالم کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے، نہ عملی طور پر ظالم کے خلاف کوئی قدم اُٹھاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس ظالم بادشاہ کی جگہ اُس (ظلم دیکھنے والے) شخص کو دوزخ کی آگ میں جھونک دے۔ لوگو! خبردار ہوجاؤ! یہ لوگ شیطان کی اطاعت قبول کرچکے ہیں اور رحمٰن کی اطاعت سے آزاد ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی زمین کو فساد سے بھردیا ہے، ''حدود الٰہی'' کو پامال کردیا ہے۔ مالِ غنیمت میں سے اپنے لیے زیادہ وصول کرنے لگے ہیں، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام کردیا ہے۔ اس لیے میں حق بجانب ہوں کہ مجھے غیرت آئے اور میں ان کی سرکشی اور بغاوت کو حق وعدل سے بدلنے کی کوشش کروں۔ وقت آگیا ہے کہ مؤمن حق کی راہ میں جان قربان کرنے کے لیے تیار ہوجائے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا خود بہت بڑا جرم ہے۔ میری ذات تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے۔'' (اقتباس از ''شعور حیات'' از مولانا یوسف اصلاحی)

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں آج وہ غریب الغرباء ہے
(حالیؔ)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق کو حق کرکے دکھائے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، اور جو باطل ہے وہ باطل ہی کرکے دکھائے اور اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین!)

اندازِ گفتگو اور بدگمانی کا زہر

شاہ وارث

بات کرنے کے دو انداز ہیں۔ ایک یہ کہ انسان جو بات کرے سوچ سمجھ کر کرے، تول کر بولے اور جس کے لیے اس کے پاس دلیل اور برہان ہو۔ اور دوسرا یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے بولے، بے دلیل بات کرے، بے سروپا کہتا جائے اور بس جو دل میں آئے بول ڈالے۔ ہم سب کو روزمرہ زندگی میں اِن دو طرز ہائے عمل کا تجربہ ہوتا ہے۔ بندۂ مومن تو کیا، ایک اچھے اور معقول انسان کو بھی یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ جو بات بھی منہ میں آئے بِن سوچے تولے کہہ دے، یا جو کچھ سنے آگے بیان کرے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے (بلاتحقیق) آگے بیان کرے۔ ایک ہوش مند داعیٔ دین کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ بن سوچے اور بلاتحقیق بات کہے گا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اندر سے نہیں بدلا، کیونکہ جو کچھ اندر ہوتا ہے وہی منہ کے راستے باہر نکلتا ہے۔

گفتگو ہی سے انسان کی شخصیت کی پہچان ہوتی ہے۔ جس طرح درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اسی طرح انسان کی پہچان اپنے کلام سے ہوتی ہے۔ کسی کا کیا خوب قول ہے کہ ''انسان اس وقت تک پوشیدہ رہتا ہے، جب وہ خاموش رہتا ہے لیکن جب وہ بولنا شروع کردیتا ہے تو اس کا بھرم اور بھید کھل جاتا ہے۔'' ظاہر ہے کہ برتن سے وہی کچھ گرتا ہے جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے۔ کسی نے بھی دودھ کے برتن سے پٹرول گرتا ہوا نہیں دیکھا ہوگا اور نہ ہی کوئی شخص شراب کی بوتل سے شہد گرتے ہوئے دیکھنے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ آپ کیسے انسان ہیں، آپ کی تربیت کتنی ہوئی ہے، آپ کے ارادے کیا ہیں، آپ کی اقدار کیا ہیں، آپ کی آرزوئیں کیا ہیں، آپ کا علم کتنا ہے، آپ کا حلم کتنا ہے، ان سب کا پتہ آپ کی گفتگو سے چلے گا۔

اگر آپ سوچ سمجھ کر بات نہیں کرتے، دوسروں کے متعلق بلاتحقیق بولے جاتے ہیں، اِس بات کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے کہ آپ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ دوسروں پر کس قدر خوفناک اور منفی اثرات مرتب کریں گے، تو یہ سخت فکر کی بات ہے۔ اس لیے کہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ آپ شیطان کے راستے پر چل رہے ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی پیروی سے سختی سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔

شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے۔ عام طور پر دوسرے کے بارے میں آپ کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، کوئی بُرا خیال ڈال دیتا ہے۔ وسوسے کی پہچان یہ ہے کہ وہ بار بار اور پلٹ پلٹ کر آتا ہے۔ کسی کے ساتھ آپ کی تھوڑی سی بھی ان بن ہوئی تو آپ دیکھیں گے کہ شیطان آپ کو اُکسانا شروع کر دے گا۔ خاص طور پر جس سے آپ کے تعلقات اچھے نہ ہوں۔ مثلاً کسی سے آپ کو حسد ہو، کوئی بغض ہو، آپ کے مقابلہ اس کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہو تو پھر شیطان آپ کو اشتعال دلا کر بہکائے گا، کہ دیکھو اس نے یہ غلط کام کیا، اس کی یہ بات بہت غلط ہے، اس کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، اس کے اندر یہ خامی ہے اور وہ خامی ہے، اس نے تمہارے بارے میں فلاں کو یہ کہا ہے اور وہ کہا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اُس سے مزید بدگمان ہو جائیں گے۔

بدگمانی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ صرف گمان کی حد تک نہیں رہتی بلکہ انسان اس کے مطابق اگلا قدم اُٹھاتا ہے، سوچتا اور منصوبے بناتا ہے کہ کچھ کرنا چاہیے ورنہ بڑی خرابی ہو جائے گی اور یوں وہ شیطان کے پھندے اور بدگمانی کے بھنور میں پھنس کر وہ کچھ کر گزرتا ہے کہ الامان اور الحذر۔ پھر وہ اپنی بدگمانی کو دوسروں کے سامنے حقیقت بنا کر بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ فون اور موبائل الرٹ ہو جاتے ہیں اور جس سے وہ بیان کرتا ہے وہ بھی اس خیال سے کہ یہ میرا ساتھی ہے، دوست ہے، میرا بزرگ ہے، میرا صدر اور امیر ہے، اب میں کیسے کہوں کہ آپ غلطی پر ہیں، خواہی نہ خواہی اس کی ہاں میں ہاں میں ملاتا ہے۔ پھر وہ بات جو کچھ بھی نہ تھی، کیا سے کیا ہو جاتی ہے اور آدمی کو ہوش بھی نہیں رہتا ہے کہ وہ کیا کر گزرا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ جو کچھ میں نے کر ڈالا وہ ٹھیک بھی ہے یا کہ نہیں، آخرت کی جواب دہی سے بے خوف ہو کر وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ ملتان شہر میں مقیم ایک بزرگ، عمر 75 سال، ریٹائرڈ آفیسر، پنشن 50000 روپے ماہوار، بیوی وفات پا چکی ہیں، اولاد شادی شدہ ہے، کے لئے رفیقہ حیات کی ضرورت ہے۔

برائے رابطہ: 0312-4332374

☆ لاہور میں رہائش پذیر صدیقی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے اور بیٹا، عمر 32 سال، تعلیم بی اے، ذاتی کاروبار، کے لئے دینی مزاج کے حامل رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0343-0479914

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ منفرد اسرہ تونسہ شریف کے رفیق کریم بخش بزدار اور میر حاکم بزدار کی والدہ وفات پا گئیں

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے رفیق محمد مکرم عباسی کے والد محترم وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی میر پور حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے امیر میاں فیاض اختر کی والدہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

پاکستان کہاں کھڑا ہے؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی:
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)
خالد محمود عباسی (سینئر رہنما تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد
مرتب: فرقان دانش

سوال: کسی جمہوری ملک میں دھرنوں کے ذریعے حکومت کا تبدیل ہونا کیا ایک اچھی روایت ہے؟

خالد محمود عباسی: یہ جمہوری سیٹ اپ کی روایت ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے ہم نے کبھی بادشاہت کے خلاف کسی دھرنے کی روایت کے بارے میں نہیں سنا۔ ہم محاورے میں کہتے ہیں کہ سیدھی انگلی سے گھی نہ نکلے تو اسے ٹیڑھی کر کے نکالنا پڑتا ہے۔ مہذب دنیا میں انگلی ٹیڑھی کرنے کا ایک انداز دھرنے کی احتجاجی سیاست ہے۔ البتہ اس کی کچھ شرائط ہیں۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ دھرنا دینے والے لوگ ریاست کے باغی نہ ہوں۔ یعنی وہ احتجاج کے دوران ریاست کی چیزوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ دھرنے کے ذریعے آپ حکومت بدلنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ریاست کی کسی شے کو نقصان پہنچانے کے آپ روادار نہیں ہوتے۔ اس میں اضافی طور پر عرض کردوں کہ ریاست کی ان چیزوں کی حفاظت کی ذمہ داری اس قیادت کی ہوتی ہے جو لوگوں کو لے کر سڑکوں پر آتی ہے۔ جب تک اس کی طاقت اتنی نہ ہو کہ اپنے لوگوں کو منظم کر کے اور کنٹرول میں رکھ کے پُر امن نہ رکھ سکے اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کو لے کر سڑک پر آئے۔ یہ کوئی احسان نہیں ہے کہ کوئی پُر امن رہتا ہے بلکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ وہ اس شرط کے ساتھ آتا ہے کہ ہم لوگوں کو پُر امن رکھیں گے۔ اس کے اندر یہ کہا جاتا ہے کہ حکومتی لوگوں نے اندر گھس کر تخریب کاری کر دی تو آپ کی strenth اتنی ہونی چاہیے کہ آپ تخریب کاروں کو پکڑ کر خود حکومت کے لاء اینڈ فورسز اداروں کے حوالے کر سکیں۔ اس strenth کے ساتھ آپ ضرور سڑکوں پہ آسکتے ہیں، یہ آپ کا حق ہے، اس کو دنیا تسلیم کرتی ہے۔ یورپی ممالک میں بھی لوگ سڑکوں پر آتے ہیں دھرنا دیتے ہیں، احتجاج کرتے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ قبل وال سٹریٹ میں ایک بڑا طویل دھرنا دیا گیا تھا۔ لہٰذا ان شرائط کے ساتھ دھرنا کوئی غیر مہذب حرکت نہیں ہے۔

سوال: عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کی طرف سے نواز شریف کے استعفا کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی ذاتی اور شخصی اختلاف کی بنیاد پر ہے یا اس کا کوئی قانونی اور آئینی جواز بھی موجود ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگرچہ ایک معنی میں عباسی صاحب کی بات بالکل درست ہے لیکن یہ کہ انتخابی عمل کے نتیجے میں جو حکومت بنی ہے اس کو دھرنے سے بدل دیا جائے یہ روایت جمہوری حوالے سے اچھی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہو رہا ہے تو اچھا نہیں ہو رہا۔ جمہوری ملکوں میں بعض مطالبات ہوتے ہیں وہ مطالبات تسلیم ہونے کے بعد دھرنے کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ حکومت ختم کرنے کا مطالبہ ہم بہت کم دیکھتے ہیں یعنی عموماً دھرنے والوں کے مطالبات مہنگائی لوڈ شیڈنگ کے ہوتے ہیں اور حکومت جب ان کے مطالبات کو تسلیم کر لیتی ہے تو دھرنے والے چھٹ جاتے ہیں۔ یہ معاملہ کہ ہم نے اسلام آباد میں دھرنا دے دیا ہے لہٰذا حکومت مستعفی ہو جائے یہ اچھی روایت نہیں ہے۔ یہ بھی بات بہت غلط ہے کہ ایک سرمایہ دار سیاست میں کھڑا ہو کر سب کو خریدتا چلا جائے اور انتخابات کے نتائج کو بدل کر رکھ دے۔ اگر یہ الزامات درست ہیں تو یہ بات بھی کسی جمہوری ملک کا حصہ نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دھرنے سے پہلے اس حکومت کو انہیں وقت دیا جانا چاہیے تھا اور اس کی کارکردگی پر سوالیہ نشان کھڑا کر کے اس کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے کہ طاہر القادری شریف برادران کے استعفے کی بات کر رہے ہیں۔ زیادہ زور ان کا شہباز شریف کے استعفا پر ہے۔ دنیا میں روایت یہ ہے کہ ریل گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو تو وزیر ریلوے استعفا دے دیتا ہے یہ بات تو بہت آگے بڑھ کر تھی۔ اب تو تحقیقاتی کمیٹی نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں صرف پولیس نے گولی چلائی ہے کیونکہ پہلے یہ ابہام تھا کہ شائد دونوں طرف سے چلی ہے۔ لیکن رپورٹ کے مطابق گولی پولیس نے چلائی ہے جبکہ طاہر القادری صاحب والوں کی طرف سے پتھراؤ ہوا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب حکومت کی ذمہ داری کا معاملہ ہے لہٰذا پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو اگلی صبح نہیں کرنی چاہیے تھی اور انہیں استعفا دے دینا چاہیے تھا۔ انہیں یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ مجھے معلوم ہی نہیں تھا۔ اگر آپ کے علم میں نہیں تھا تو آپ انتہائی نااہل ثابت ہوئے ہیں۔ تحقیقاتی رپورٹ ایک جج نے لکھی ہے اس کے مطابق اس واقعہ میں سیاسی حکومت ملوث ہے۔ سترہ دن ہوئے ہیں کہ حکومت کو یہ رپورٹ ملی ہے لیکن حکومت نے یہ رپورٹ ابھی تک شائع نہیں کی۔ جہاں تک نواز شریف کے استعفا کا تعلق ہے ان سے استعفا کا مطالبہ اصولی طور پر نہیں بنتا۔ لیکن دھرنے کے بعد کچھ developments ایسی ہوئی ہیں کہ اب اس پر کسی اور نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے۔

سوال: عمران خان اور طاہر القادری الیکشن میں دھاندلی کے الزامات بڑے دھڑلے سے لگا رہے ہیں آپ کے خیال میں ان الزامات کی کوئی Validity ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جہاں تک دھاندلی کی بات ہے، میڈیا سے چند ایک باتیں سامنے آئی ہیں مثال کے طور پر افضل خان صاحب کی رونمائی ہوئی ہے جو الیکشن کمیشن پر ایک اچھے عہدے پر تھے۔ انہوں نے ایک بات بڑی اہم بیان کی کہ چودھری نثار نے کہا ہے کہ ہر حلقے میں ساٹھ سے ستر ہزار ووٹ قابلِ تصدیق نہیں۔ اس نے ایک بڑا زوردار سوال کھڑا کیا کہ جن بیگوں میں ووٹ ہوتا ہے ان پر سیل لگی ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں سوال کرتا ہوں چودھری نثار سے کہ اسے کیسے معلوم ہوا کہ اتنا ووٹ قابل تصدیق نہیں ہے؟ چودھری نثار نے باقاعدہ

تعداد بتائی اس کا مطلب ہے کہ کسی نے اس کو کھول کر دیکھا ہے ۔اسی طرح پیپلز پارٹی کے کراچی کے امیدوار کچھ شکایات لے کر فخرالدین ابراہیم کے پاس گئے تو انہوں نے ان سے کہا کہ الیکشن میں نہیں کروا رہا بلکہ چیف جسٹس کروا رہا ہے ۔گویا اس میں ہمارے سابق چیف جسٹس کا بھی بڑا رول ہے ۔آئین میں واضح طور پر ہے کہ چیف الیکشن کمشنر آر اوز کو مقرر کرتا ہے ۔لیکن اس دفعہ چیف جسٹس نے آر اوز مقرر کیے ۔آخر یہ غیر آئینی کام چیف جسٹس نے کیسے کر دیا؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ خود چیف الیکشن کمشنر نے چیف جسٹس سے درخواست کی تھی ۔ہم کہتے ہیں کہ چیف جسٹس کو یہ درخواست Turn down کرنی چاہیے تھی کہ آئین اجازت نہیں دیتا ۔ایک دوسرے امیدوار کہتے ہیں کہ میں چیف الیکشن کمشنر کے دفتر گیا تو وہاں چیف جسٹس صاحب موجود تھے ۔وہاں ان کا کیا کام تھا؟ وہ کہتے ہیں کہ میں تین گھنٹے وہاں دفتر کے باہر بیٹھا رہا اور وہاں دفتر میں چیف جسٹس کے لیے تمام آر اوز کو اکٹھا کیا گیا تھا ۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ چیف جسٹس کی سرگرمیاں مشکوک تھیں ۔

سوال : میڈیا پر ہر گزرتے دن کے ساتھ نیا انکشاف ہو رہا ہے ۔پس پردہ قوتیں جب دیکھتی ہیں کہ یہ ڈراما ختم ہونے والا ہے تو ایک نیا شوشہ چھوڑ کر اس سارے معاملے کو اور بگاڑ دیتی ہیں ۔آپ یہ فرمائیں کہ یہ کام کون کر رہا ہے؟

خالد محمود عباسی : جو بھی کر رہا ہے یہ مائنس ون سے کم پر ٹلنے والا نہیں ہے ۔اور اگر مائنس ون نہیں ہوتا تو یہ 1965ء میں پاکستان کے دفاع جیسی بڑی بات ہو جائے گی ۔یعنی اگر نواز شریف کا اقتدار بچ جاتا ہے تو یہ معجزہ ہوگا ۔جہاں تک دھاندلی کی بات ہے تو پاکستان میں کون سے الیکشن ہیں جو دھاندلی سے پاک ہوئے ہیں ۔کس نے جیتنا ہے اس کا فیصلہ کہیں اور ہوتا ہے ۔ 19،20 کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا ۔آپ گنتی کو دھاندلی کہتے ہیں ۔کیا یہ دھاندلی نہیں ہے کہ آپ نے KPK میں ایم ایم اے کو لے کے آنا ہے تو اے این پی کو علیحدہ کر دیں، پیپلز پارٹی کے دو دھڑے بنا دیں، سیکولر ووٹ کو تقسیم کر دیں، مذہبی جماعتوں کو جوڑ دیں، ایم ایم اے کی گورنمنٹ بن جائے گی ۔اگر آپ نے اے این پی کی حکومت لانی ہے تو جماعت اسلامی اور فضل الرحمان کو متحد نہ ہونے دیں، ووٹ تقسیم کر دیں ۔میرا 1977ء سے لے کر آج تک یہی مشاہدہ ہے ۔مجھے تو اس اعتبار سے ہر الیکشن میں دھاندلی نظر آتی ہے جہاں تک اس دھاندلی کا تعلق ہے کہ میں نے کچھ ووٹ ریٹرننگ آفیسر سے مل کر اضافی لے لیے یہ ہر امیدوار کرتا ہے اور ہر حلقے میں ہوتا ہے ۔آپ کا سوال تھا کہ کون ان معاملات کو بگاڑتا ہے تو میرے خیال میں اس کا ماسٹر مائنڈ باہر ہے ۔یہاں اندر کے عناصر ملوث ہو سکتے ہیں، وہ چاہے فوج کے ہوں، آئی ایس آئی کے ہوں لیکن ماسٹر مائنڈ یہاں کا نہیں ہے ۔

سوال : خدانخواستہ ان دھرنوں کے نتیجے میں ملک میں مارشل لاء آ جاتا ہے ۔آپ کے خیال میں اس کی نوعیت کیا ہوگی اور اس کے نتائج کیا ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا : مجھے ان دھرنوں کے نتیجے میں مارشل لاء کے امکانات بہت کم نظر آتے ہیں لیکن ہم اس کو رد نہیں کر سکتے ۔میں نہیں سمجھتا کہ ایسی کوئی غلطی کی جائے گی ۔لیکن اگر ایسا ہوا تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ اس سے پہلے اس ملک میں چار مارشل لاء آ چکے ہیں وہ بڑے ہی پیس فل تھے اس لحاظ سے کہ اس وقت کسی بندے کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی تھی ۔لیکن اگر اس دفعہ اس کی نوبت آئی تو شاید یہ خونی مارشل لاء ہو اور پاکستان کی سلامتی کے حوالے سے اس کے نتائج پہلے مارشل لاؤں کی نسبت ملک کے لیے زیادہ تباہ کن ہوں گے ۔اگر ہم اس کا ایک فیصد امکان سمجھیں تو آج تک یہی معلوم ہوا کہ شروع میں بڑی اچھائی آ رہی ہے، بہتری آ رہی ہے لیکن رزلٹ یہ نکلتا ہے کہ نقصان ہو رہا ہے ۔ایک فیصد چانس اس بنیاد پر رکھ لیجیے کہ آج تک ہمارے سیاست دانوں نے بھی ہمیں کیا دیا ہے ۔1973ء کا آئین جسے ہم بہت مقدس سمجھتے ہیں واقعتاً اسے ختم نہیں ہونا چاہیے لیکن عوام کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا ۔آج آپ چالیس سے پچاس سال پیچھے چلے جائیں تو پتا چلتا ہے کہ عوام کی حالت بد سے بدتر ہوئی ہے ۔لیکن اگر کوئی شخص آکر ان چیزوں کو ختم کرتا ہے جو ان سیاست دانوں اور فوجیوں نے مل کر ملک کو لوٹا ہے تو پھر یہ اچھا ہوگا ۔

سوال: مصر میں حکومت مخالف جماعتوں نے ایک زبردست عوامی تحریک کے ذریعے ایک منتخب حکومت کو سال سوا سال بعد فارغ کر دیا تھا کیا اس وقت پاکستان میں مصر والی تحریک دہرائی جائے گی؟

عباسی صاحب : میں کہتا ہوں یہاں پوری فوج پیچھے نہیں ہے ۔ان کا مقصد مصر کی طرح اقتدار حاصل کرنا نہیں ہے ۔اگر کوئی کھچڑی بھی پک رہی ہے تو قومی حکومت کی پک رہی ہے، بنگلہ دیش ماڈل ۔یعنی پہلے نظام کو ٹھیک کیا جائے ۔Smoothly run ہو، پھر اس کے بعد الیکشن کرائے جائیں ۔ایک عبوری گورنمنٹ ہو ۔اگر مارشل لاء لگا جیسے بیگ صاحب نے فرمایا تو یہ مارشل لاء پہلے مارشل لاؤں سے یکسر مختلف ہوگا ۔اس لیے کہ اب آپ کی عدالت طاقتور ہے ۔اب آپ کا میڈیا طاقتور ہے ۔دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے معاشرے میں جو سرگرم لوگ ہیں مثلاً وکلاء، سیاستدان وغیرہ یہ لازماً Reteliate کریں گے اور جو طالبان کے ساتھ ہو رہا ہے وہی ان کے ساتھ ہوگا ۔تیسری بات یہ کہ مجھے خدشہ ہے کہ اب اگر مارشل لاء لگتا ہے تو فوج کے اندر بھی تقسیم ہوگی ۔یعنی پہلے اور آج کے مارشل لاء میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ وہ جو پولورائزیشن اس معاشرے کے اندر پیدا ہو چکی ہے، تو فوج اسی معاشرے کا حصہ ہے ۔لہٰذا یہ دراڑ کہیں وہاں تک نہ پہنچ چکی ہو ۔میرا گمان ہے کہ پہنچ چکی ہوگی ۔اس لیے حالات کو خراب کرنے کی بین الاقوامی کوشش ہوگی تاکہ فوج کے پاس اس ملک کو سنبھالنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہے اور پھر ان کے اندر تقسیم کر کے ایٹمی ہتھیاروں تک رسائی حاصل کی جا سکے ۔

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے ۔

ضرورت ڈرائیور

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں محنتی اور ایماندار ڈرائیور کی ضرورت ہے ۔ سنگل رہائش، کھانا اور معقول تنخواہ دی جائے گی ۔

برائے رابطہ: 36366638 (042)

سفر اور مسافر

انجینئر نوید احمد

سورۂ زخرف آیات 12 تا 14 میں ارشاد ہوا:

﴿وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا وَجَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْفُلْکِ
وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْکَبُوْنَ o لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُھُوْرِہٖ ثُمَّ
تَذْکُرُوْا نِعْمَۃَ رَبِّکُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْہِ وَتَقُوْلُوْا
سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ o
وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ o﴾

”اور جس نے پیدا کیے جوڑے سب کے سب اور اُس نے بنائیں تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے جن پر تم سوار ہوتے ہو، تاکہ تم جم کر بیٹھو اُن کی پیٹھوں پر پھر یاد کرو اپنے رب کی نعمت کو جب تم جم کر بیٹھ جاؤ اُن پر اور کہو پاک ہے وہ جس نے تابع کر دیا ہمارے لیے اِسے اور ہم نہ تھے اُسے قابو میں لانے والے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف یقیناً لوٹ کر جانے والے ہیں“۔

☆ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر:

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنے احسانات کا ذکر کیا ہے کہ اللہ نے انسان کے لیے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں، انہی میں کشتیاں اور جانور بھی ہیں جن سے انسان سواری کا کام لیتا ہے۔ قدرت کی پیدا کردہ دھاتوں، معدنیات اور فراہم کردہ عقل و تحقیق کی قوت سے کام لے کر انسان نے کئی قسم کی دیگر بحری، بری اور فضائی سواریاں بنالی ہیں۔ آیاتِ مبارکہ میں سواریوں کے ذکر کے بعد تلقین کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا احساس کرو اور اُنہیں یاد رکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ سواریاں اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہیں جن کے ذریعے سفر آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے سواریوں کو مسخر کر دیا اور ہمیں پیدل چلنے کی تکلیف سے بچا لیا، جبکہ پہلے وقتوں میں لوگ مہینوں تک پیدل سفر کرتے تھے۔ ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اِس انعام پر اُس کا شکر ادا کرنے اور اُس کی پاکی بیان کرنے کے لیے یہ کلمات پڑھیں:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ o
وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ o (الزخرف:14,13)

”پاک ہے وہ جس نے تابع کر دیا ہمارے لیے اِسے اور ہم نہ تھے اُسے قابو میں لانے والے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف یقیناً لوٹ کر جانے والے ہیں“۔

سفر کو وسیلۂ ظفر یعنی کامیابی تک پہنچنے کا ذریعہ کہا جاتا ہے۔ انسان سفر ہی کے ذریعے روزگار سمیت دوسرے جائز دنیوی مقاصد حاصل کرتا ہے۔ لیکن سفر میں انسان کے لیے ایمانی اور روحانی فوائد بھی پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں بار بار انسان کو دعوت دیتے ہیں کہ زمین میں چلو پھرو اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور و فکر کرو۔ سفر کے دوران آپ گاڑی کی کھڑکی سے باہر کے مناظر پر نظر ڈالیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ہزاروں رنگ ایک ساتھ نظر آتے ہیں۔ درختوں اور پودوں کی ان گنت اقسام، پھلوں اور پھولوں کی مختلف انواع، یہ میدان و مرغزار، یہ پہاڑ و کہسار، زمین کا فرش اور آسمان کی چھت غرض یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے فائدے کے لیے بنائی ہیں۔ دن اور رات کے سلسلے پر غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ رات کی چادر کو ایک مقررہ وقت کے بعد اس طرح کھینچ لیتے ہیں اور دن یوں روشن ہو جاتا ہے جیسے رات کبھی ہوئی ہی نہیں تھی۔ اب ہم اپنے کاروبارِ زندگی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر پوری کائنات پر رات کی سیاہ چادر پھیلا دی جاتی ہے تاکہ ہم آرام کر سکیں۔ پھر رات کو کسی قدر روشن رکھنے کے لیے چاند، ستارے بنائے۔ رات کی اس روشنی کا اہتمام صرف اللہ ہی کی قدرت سے ممکن ہے ورنہ پوری دنیا کے تھرمل سٹیشن چلا کر بھی روشنی کی مقدار کو پورا کر کے رات کی تاریکی پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔

☆ سفر کے دوران دعائیں اور ذکر:

سفر کے دوران ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قدرتوں کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دعائیں مانگنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ سفر کی ایک خاص نعمت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے دورانِ سفر دعاؤں کی قبولیت کی ضمانت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ تین لوگوں کی دعا قبول فرماتے ہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا جب تک وہ اپنی منزل پر نہ پہنچ جائے اور باپ کی اپنی اولاد کے حق میں مانگی ہوئی دعا (ترمذی)۔ نبی اکرم ﷺ سفر کے دوران کئی دعاؤں اور اذکار کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ پس ہمیں بھی سفر کے دوران مندرجہ بالا سفر کی دعا اور دیگر دعاؤں اور اذکار کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اِس طرح ہم ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے بن جائیں گے اور دوسری ہماری نسبت نبی اکرم ﷺ سے قائم ہو جائے گی۔

☆ سفر کے دوران دعا کیوں قبول ہوتی ہے:

سفر کے دوران دعا کی قبولیت کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ مسافر سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔ یہ قرب عموماً اِس وجہ سے ہوتا ہے کہ زیادہ تر لوگ سفر رزق کی تلاش کے لیے کرتے ہیں۔ رزقِ حلال کمانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اِسی طرح مسافر اپنے کسی رشتے دار کی عیادت یا اُس کی خوشی غمی میں شرکت کرنے کی خاطر سفر کرتا ہے۔ یہ ساری باتیں حقوق العباد میں شامل ہیں۔ لہٰذا سفر کی وجہ سے مسافر اللہ تعالیٰ کے قرب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی اللہ تعالیٰ مجبور و لاچار لوگوں اور شکستہ دلوں کی فریاد کو بہت جلد سنتے ہیں۔ سفر کے دوران مسافر بہت سی مشکلات کا سامنا کرتا ہے۔ وہ کتنا ہی دولتمند ہو اور اُس کے ماتحت، کتنے ہی ملازمین ہوں، بہرحال سفر کے دوران وہ ایک حد تک لاچار و مجبور ہوتا ہے۔ پس جب وہ ایک جائز کام کے لیے سفر پر نکلتا ہے اور عاجزی و لاچاری کے ساتھ اللہ کی جناب میں گڑگڑاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے۔ لہٰذا سفر کے دوران ضروری ہے کہ ہم اللہ سے لو لگائیں، اُس کا ذکر کریں اور دعائیں کرتے رہیں۔ ہمارے رشتہ داروں اور احباب میں سے کچھ لوگ بیمار ہوتے ہیں، بعض مالی یا خاندانی مسائل کا شکار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اس دنیا سے رخصت ہو چکے

ہوتے ہیں۔ اِن تمام لوگوں کو ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ دورانِ سفر اپنے لیے اور اپنے اِن تعلق داروں کے لیے خوب دعائیں کریں۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ایک مسلمان جب اپنے کسی مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اُس کے لیے دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ اُسے یہ دعا دیتا ہے کہ یہ دعا تیرے حق میں بھی قبول ہو۔" (صحیح مسلم)

☆ دعا کے آداب و برکات:

دعا مانگنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جائے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے۔ اِس کے بعد اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ پیش کی جائے۔ دعا کا ایک ادب یہ بھی ہے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگی جائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر انسان کبھی محروم نہیں رہتا۔ اگر ہم دعا ایسی چیز کے لیے مانگ رہے ہیں جو ہمارے لیے فائدہ مند ہے تو اللہ تعالیٰ وہ چیز عنایت فرما دیتا ہے۔ اگر وہ چیز ہمارے لیے مفید نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ہماری دعا کے بدلے میں کوئی مصیبت ہم سے دور کر دیتے ہیں۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس دعا کا اجر روزِ قیامت عطا فرمائیں گے اور وہ اجر اتنا زیادہ ہوگا کہ انسان حسرت سے کہے گا کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی۔!!

☆ مشکلات کا مقابلہ کیسے کریں؟:

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ملکی حالات بہت خراب ہو چکے ہیں۔ مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے اور روزمرہ استعمال کی چیزوں تک عام آدمی کی رسائی بہت مشکل سے ہو رہی ہے۔ ہر طرف نفسانفسی کا عالم ہے۔ ان تمام مشکلات سے نکلنے کے لیے یقیناً اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ دعا ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ دعا تقدیر کو بھی ٹال سکتی ہے۔ آیئے اپنی مشکلات کا مقابلہ دعا کے ہتھیار سے کریں اور اللہ تعالیٰ سے ایسی جدوجہد کرنے کی توفیق مانگیں جو مشکلات سے نکالنے میں نتیجہ خیز ثابت ہو۔

☆ اپنے قیمتی سرمائے کی حفاظت کریں:

یہ جان لینے کے بعد کہ مسافر کی دعا مقبول ہوتی ہے، ہم میں سے کوئی نہیں چاہے گا کہ دورانِ سفر اپنے قیمتی لمحات کو فلمیں دیکھنے، گانے سننے یا فضول کام کرنے میں ضائع کرے۔ جو بدنصیب اِن گناہوں میں وقت لگائے گا تو وہ دورانِ سفر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر غور، اُس کی نعمتوں کے احساس، اُس کی تسبیح وحمد، اُس سے دعا و مناجات اور سفر کی برکات سے محروم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دورانِ سفر گناہوں اور محرومیوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین! ایک اور پہلو سے غور فرمائیں کہ ہمارا سب سے قیمتی سرمایہ کیا ہے؟ یہ سرمایہ ہے وقت۔ یہ ایک ایسا سرمایہ ہے جسے بچا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر یہ سرمایہ ضائع ہو گیا تو اب کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ارشادِ نبوی کا مفہوم ہے کہ "جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی افسوس نہیں ہوگا سوائے اُس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو" (الطبرانی، بیہقی)۔ سوچنا چاہیے کہ وقت کو مفید اور بابرکت بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ طریقہ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنے والے لایعنی کاموں سے دور رہا جائے۔ یہ وہ کام ہوتے ہیں جن سے نہ دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ آخرت کا۔ مثال کے طور پر موبائل یا کمپیوٹر پر گیمز کھیلنا، بے مقصد قسم کی تحریریں پڑھنا، گانے سننا اور فلمیں دیکھنا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کی ایک نمایاں صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ لایعنی کاموں سے دور رہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول کاموں کو ترک کر دے۔ وقت کے مفید اور بابرکت استعمال کے لیے ہمیں لایعنی اور فضول کاموں سے اجتناب کرنا ہوگا۔ مزید یہ کہ اپنے وقت کے کسی ایک حصے کو بھی بغیر اچھے کام کے گزرنے نہ دیں۔ کوئی نہ کوئی فائدہ مند کام ہر وقت کرنے کی کوشش ضرور کریں۔ مثلاً سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دعا کا اہتمام کریں، موبائل یا دیگر آلات کے ذریعے درسِ قرآن اور دینی بیانات سنیں، کسی اچھی کتاب کا مطالعہ کریں، اپنے بعض دفتری یا کاروباری کاغذات دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا سفر رسول پاک ﷺ کی سنت مبارکہ کے مطابق گزرے اور آپ سب لوگ خیر و عافیت سے اپنی منزل پر پہنچ جائیں۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆☆☆

بقیہ: صاحبِ رٹ کون؟

سویلین حکومت کو زنجیریں پہنائی، طاقت کا بھرپور مظاہرہ کر کے اس کی بازو مروڑنی اس سکرپٹ کا مرکزی موضوع تھا۔ کوئی حکومت، افغانستان، بھارت، امریکہ، چین بارے آزادانہ خارجہ پالیسی بنانے چلانے کی جرأت نہ کرے۔ لندن سے کراچی کنٹرول ہوتا ہے۔ کینیڈا سے لاہور کنٹرول ہو اور اسلام آباد امریکہ برطانیہ کا مشترکہ اثاثہ کپتان سنبھال لے! شرکائے دھرنا کی تعداد نے اگرچہ سکرپٹ بنانے چلانے والوں کو بدمزہ کر دیا تھا مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ تاہم اس پورے ڈرامے کا حاصل یہ ضرور ہے کہ ریفرنڈم ہو گیا۔ قوم کسی صورت طالع آزماؤں کو موقع دینے کے لیے تیار نہیں۔

یہ کوئی سربستہ راز نہیں کہ PTV پر اتنی قانون شکنی پر ایک بھی گرفتاری عمل میں نہ لائی گئی، ہتھکڑی نہ لگی۔ قبل ازیں انہیں مسلسل کھانا پانی فراہم کیا جاتا رہا۔ معزز سرکاری مہمان بنے رہے ڈھائی ہفتے! لال مسجد، جامعہ پر بجلی گیس کھانا بند کیا تھا! ساری دہشت پھیلا کر بھی یہ بلوائی اتنے معصوم کیوں گردانے گئے۔ قوم کا شعور عالمی حالات دیکھتے پختہ ہو چکا ہے۔ یہ عالمی جنگ ہے۔ ہدایت کار اداکار پورے گلوب پر چھائے ہوئے ہیں۔ لیبیا میں اسلام پسندوں پر بمباری کرنے متحدہ امارات کے جہاز مصر کے ہوائی اڈوں سے اڑ کر کرتے رہے۔ پاشا صاحب یہاں سے فارغ ہو کر متحدہ امارات میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ پاکستان عالمی جنگ کا مرکزی کردار ہے۔ ہم تو صرف کٹھ پتلی تماشا دیکھنے پر مجبور ہیں۔ پہلے جوتیوں میں دال بٹتی تھی اب جوگروں میں برگر بٹ رہے ہیں۔ نیا پاکستان بن رہا ہے۔ اضحوکہ! عجوبہ! جس میں صاحبِ رٹ امریکہ ہے۔

قافلے سے بچھڑ گئے ہیں ہم
گرد کی طرح جھڑ گئے ہیں ہم

☆☆☆

میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے۔

قبضہ گروپ اور عوامی احتجاج

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

آئین کی کتاب کو مقدس الہامی کتاب کی طرح لہرا کر اس کے ورق ورق کے تحفظ کی کیوں قسم کھائی جاتی ہے۔ پارلیمنٹ جلادو، سپریم کورٹ جلادو، کیبنٹ سیکریٹریٹ جلادو، بس ایک فقرہ رہ گیا پورے اٹھارہ کروڑ عوام کو جلا کر خاکستر کردو، لیکن یہ چند مقدس اوراق بچالو۔ انھیں ضرور بچانا چاہیے۔

اس لیے کہ یہ ان لوگوں نے تحریر کیے ہیں یہ اس نسل کے ذہن رسا کا نتیجہ ہیں جنہوں نے انگریز کی غلامی میں آنکھ کھولی اور جن کی اکثریت خود اور ان کے آباء واجداد انگریز سرکار سے وفاداری اور اپنی قوم سے غداری کے صلے میں بڑی بڑی جائیدادیں، اعلیٰ نوکریاں اور شاندار مراعات لینے کے بعد اس مملکت کے عام اور سادہ لوح غریب عوام پر مسلط ہوگئی تھی۔

آئین کے خالق جن لوگوں کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر باقی اکثریت کے حسب نسب اور اچانک اپنے علاقوں میں انگریز سرکار کے طاقتور نمائندہ ہونے کی تاریخ آج بھی ڈسٹرکٹ گزیٹیئرز اور ڈپٹی کمشنروں کے دفاتر میں موجود فائلوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہر کسی کی قیمت کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے اور وفاداریوں کی داستان بھی۔ نہ کوئی میر بچتا ہے نہ پیر نہ وڈیرا پیچھے رہتا ہے اور نہ سردار نہ چوہدریوں کا دامن صاف اور نہ ہی خانوں کا۔ تاریخ کے اس حمام میں بہت سے ننگے ہیں اور جس نے اپنے کپڑے بچائے وہ آج بھی اقتدار کی راہداریوں سے کوسوں دور ہے۔

آئین کے یہ خالق خوب جانتے تھے کہ کس طرح اس قوم کو حصوں بخروں میں بانٹ کر محکوم رکھا جاسکتا ہے۔ انھیں پتہ تھا کہ جب تک محکوموں کے گرد مختلف لائنیں نہ بنائی جائیں، وہ آپس میں دست و گریبان نہیں ہوتے۔ سندھی پنجابی پشتونوں اور بلوچ مزدوروں اور کسانوں کے پسینے کی بو اور ہاتھوں میں پڑے گٹے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اسے جہاں جس جگہ مزدوری ملے وہ رزق کی تلاش میں چل پڑتا ہے۔

چار اکائیاں آسمان سے نہیں اتری تھیں، انھیں انگریز نے اپنے مقاصد کے لیے تخلیق کیا تھا اور پھر ان اکائیوں پر حکمرانی کرنے کے لیے یہ جمہوری خاندان پیدا کیے تھے۔ جس طرح کسان ہاری، مرید اور ملازم ان کی رعایا ہیں، اسی طرح جمہوریت بھی ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ ایسی لونڈی کہ جو آقا کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ یہ مقدس چار اکائیاں اس قدر بالاتر ہیں کہ اس ملک میں ہر کوئی پاکستان کے ٹوٹ جانے کے خواب دیکھتا ہے، لیکن انگریز کے بنائے ہوئے ان چار صوبوں کو ان کھینچی گئی لکیروں کا آپ تذکرہ کرکے دیکھیں ہر کوئی خون کی ندیاں بہانے پر تیار ہوجاتا ہے۔

اس لیے کہ انگریز نے ان چاروں اکائیوں کا ایک، ایک مرکز اقتدار بنایا تھا اور ان پر ان خاندانوں کو قابض کر دیا تھا۔ کیا کراچی کوئٹہ یا پشاور جیسے شہر انگریز سے پہلے اقتدار کا مرکز تھے۔ لاہور بھی اکبر کے چند سال یا رنجیت سنگھ کی حکومت کے سوا اقتدار سے بہت دور رہا، لیکن کبھی لڑائی ہوتی ہے تو انھی چاروں مراکز اقتدار پر قبضے کی لڑائی ہوتی ہے۔

قبضہ گروپ یہ قبضہ چھوڑنا نہیں چاہتا اور آئین کی مقدس کتاب ہاتھ میں لہرا کر کہتا ہے اس میں لکھا ہے۔ ہم اس کے ورق ورق کی حفاظت کریں گے۔ اگر یہ ختم ہوگیا تو پھر دوبارہ ایسا آئین تحریر نہیں کرسکو گے۔ یقیناً ایسا آئین دوبارہ تحریر نہیں ہوسکے گا۔ اس لیے کہ زمینی حقائق بدل چکے ہیں۔ وہ نسل اب مملکت خداداد پاکستان میں اکثریت سے ہے جس نے انگریز کی غلامی کا طوق کبھی نہیں پہنا تھا۔

ان اقتدار کے مراکز پر قبضے کے لیے اور مخصوص لوگوں کو حکمرانی پر مسلط کرنے کے لیے انگریز نے ویسٹ منسٹر جمہوریت کا پارلیمانی نظام متعارف کروایا۔ اس نظام کے تحت ہر علاقے میں مخصوص نسل، رنگ، زبان اور برادری کی بنیاد پر کچھ لکیریں کھینچی گئیں۔ بار بار کے انتخابات نے اس قبضہ گروپ کو اس قدر کامیاب اور تجربہ کار بنا دیا کہ سوائے چند بڑے شہروں کو چھوڑ کر کہ جہاں آبادی میں تیزی سے رد و بدل ہوتا ہے باقی ہر انتخابی حلقہ کو انتہائی مہارت سے تخلیق کیا گیا ہے۔

ان حلقوں کو اگر ایک بڑے نقشے پر لکیریں کھینچ کر دکھایا جائے تو ایسی آڑھی ترچھی لکیریں وجود میں آئیں گی کہ ہنسی آئے گی۔ گوادر سے گلگت تک سب ایسا ہے۔ کراچی میں لسانی گروہ بڑھے تو کس شاندار طریقے سے ہر کسی نے ٹیڑھی ترچھی حد بندیاں بنا کر اپنے مفادات کا تحفظ کیا۔

اس کے بعد جمہوریت کا وہ خوفناک کھیل شروع ہوتا ہے جسے اکثریت کی آمریت کہتے ہیں۔ دنیا بھر میں مفکرین اور سیاسی دانشور Tyranny of Mojority سے نجات پر لکھتے آرہے ہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک حلقے میں اگر ایک لاکھ ووٹ ہیں تو اکیاون ہزار والا اسمبلی کا رکن اور 49 ہزار لوگ اس اسمبلی میں اپنی رائے سے محروم۔ پاکستان میں تو اس قبضہ گروپ کے لوگوں کو گروہ در گروہ تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک لاکھ ووٹوں میں سے پانچ پانچ دس دس ہزار کے چند گروہ پورے حلقے کو نسل، رنگ، زبان اور عقیدے کی بنیاد پر تقسیم کر دیتے ہیں اور 15 ہزار ووٹ لینے والا اسمبلی کا رکن۔

یوں 85 فیصد لوگوں کی اسمبلی میں آواز تک سنائی نہیں دیتی۔ یہ سب انتہائی ہوشیاری چالاکی اور خوبصورتی سے کیا گیا ہے اور پھر دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ اس کا متبادل بتاؤ۔ متبادل سے پہلے ایک سوال کہ کیا پوری دنیا بھی برطانوی طرز انتخاب کی طرح کی پارلیمانی جمہوریت ہے۔ ہر ملک نے اپنے حالات کے مطابق اپنا نظام وضع کیا ہے۔ کیا کبھی کسی نے سوئٹزرلینڈ کے آئین اور انتخابی نظام کا مطالعہ کیا۔ پورا ملک چار زبانیں بولنے والوں میں تقسیم ہے۔

وہ اگر ہماری طرح حلقہ جاتی سیاست میں پڑتے تو وہاں بھی آج خونریزی کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ وہاں کے

کینٹن میں متناسب نمائندگی کی بنیاد پر ووٹ ڈالے جاتے ہیں اور ایک اسمبلی ممبر کئی اضلاع کے ووٹوں کی اکثریت سے اسمبلی تک پہنچتا ہے۔ ہر وہ سیاسی پارٹی جس کے چند ہزار ووٹ بھی ہوں اسمبلی میں اس کا نمائندہ ضرور موجود ہوتا ہے۔ حلقہ بندیوں کی پاکستانی سیاست کا کمال یہ ہے کہ عوام کی اکثریت کی رائے اسمبلی تک نہیں پہنچ پاتی۔ وہ بار بار ہونے والے الیکشنوں میں سچے، کھرے اور ایماندار شخص کو ووٹ دیتے رہتے ہیں اور ان کے ووٹ تین سو سے زائد حلقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

اگر پورے ملک کے ووٹ اکٹھے کر لیے جائیں، حلقہ بندیاں ختم کر دی جائیں، ہر پارٹی یا فرد کو کوئی کسی بھی جگہ سے ووٹ دے اور پھر ان ہی ووٹوں کی بنیاد پر اسمبلی کی رکنیت عطا ہو تو اسمبلی میں سو فیصد افراد کی آراء کی نمائندگی ہو سکے گی۔ ہو سکتا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ ٹی وی پر بولنے والا ایک ہارا ہوا سیاستدان پورے ملک میں اتنے مداح ضرور رکھتا ہوگا کہ ایک سیٹ کے برابر ووٹ لے سکے۔ لیکن اس کے مداح پورے ملک میں تقسیم ہیں، اس لیے وہ قبضہ گروپ کی بنائی ہوئی حد بندیوں میں الیکشن نہیں جیت سکتا۔

ایسا ہو تو پھر عوام کی وہ اکثریت کسی پارلیمنٹ میں نمائندگی سے محروم رہ جاتی ہے اور وہاں قبضہ گروپ دندناتے پھرتے ہیں۔ یہ قبضہ گروپ اور عوام کے ساٹھ سالہ غصے کا مقابلہ اور بدترین نظام سے نجات کی آوازیں ہیں۔ یہ آوازیں اس ننانوے فیصد عوام کی نمائندہ بن جایا کرتی ہیں جنھیں تھانے، پٹوار خانے، کسی سرکاری دفتر یا ادارے سے انصاف نہیں ملتا، جو اسپتالوں سے محروم اور بنیادی سہولیات سے نا آشنا رہے ہوتے ہیں۔ ہر کسی کا اپنا غصہ اور غم ہوتا ہے۔

انھیں اس بات کی پروا تک نہیں ہوتی کہ ہجوم کی قیادت کون کر رہا ہے۔ وہ اپنی انتقام کی آگ لیے ہوتے ہیں۔ اسی آگ کے شعلوں کو دیکھ کر قبضہ گروپ کو جب اپنا بنایا ہوا تاج محل مسمار ہوتا لگتا ہے تو انھیں آئین اور قانون کی کتابیں یاد آتی ہیں۔ ان کے منہ سے جھاگ نکلنے لگتی ہے۔ لیکن غصے میں بپھرے ہجوم کو یقین ہوتا ہے کہ آئین اور قانون کی کتابوں سے ہی تو انھیں ساٹھ سال انصاف اور زندگی کی بنیادی سہولتوں سے محروم رکھا گیا ہے۔

تحریکوں کی سیاست اور تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں یہ گنتی کی سیاست نہیں ہوتی۔ 1940ء کی قرارداد پاکستان سے لے کر عدلیہ کی بحالی تک لوگوں کا ہجوم ہزاروں کی گنتی میں تھا۔ لیکن یہ ہزاروں لوگ تاریخ کا پہیہ موڑ دیتے ہیں۔ قبضہ گروپوں کی چالیں ان کے منہ پر مار دیتے ہیں۔ یہ ایک دفعہ کچلے جائیں تو کچھ عرصے بعد پھر نکل آتے ہیں اور زیادہ زور و شور سے نکلتے ہیں۔ دنیا کی کوئی جمہوریت قبضہ گروپوں سے زبردستی اقتدار چھیننے کے بغیر مستحکم نہیں ہو گی، خواہ وہ فرانس میں بادشاہ لوئی اور ساتھیوں کا خون بہا کر ہوئی ہو یا انگلینڈ میں چارلس اول کو عوامی پارلیمنٹ سے سزائے موت دے کر۔

☆☆☆☆☆

تازہ شمارہ
(جولائی تا ستمبر 2014ء)

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حِکَم قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی
حکمت قرآن
لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ـــ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے کے خصوصی مضامین

اُمتِ مسلمہ پر استعمار اور صہیونیت کا مشترک حملہ	حافظ عاطف وحید
الفاتحہ اور قرآن کی سورتوں کا باہمی تعلّق	ڈاکٹر صہیب حسن
رسول اللہ ﷺ کی اپنی اُمت سے محبت	پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
معرفتِ حدیث کے بنیادی علوم	ڈاکٹر محمد سلیم قاسمی
نبی کریم ﷺ کے تعدّدِ ازواج پر شبہات کا تحقیقی جائزہ	الشیخ محمد علی الصابونی
فقہ اسلامی اور مستشرقین (۷)	ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 042-35869501-3

کامیابی

کامیابی کی ابتدائی منزلیں کم ہمت اور پست فطرت لوگوں سے ضرور بھر جاتی ہیں۔ لیکن اولوالعزم شہسوار اسپ ہمت کی باگیں اٹھائے آگے نکل جاتے ہیں۔ تھوڑی دُور چل کر وہ دیکھتے ہیں کہ وسیع میدان ان کی جدوجہد اور تگ و تاز کے لئے خالی پڑا ہے۔

نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل
تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے

(ماخوذ از مخزن اخلاق)

The Real Battle

By Zahid Hussain

IT seems that a perfectly choreographed political show is being unfolded in Islamabad. The drop scene has yet to be decided; perhaps no ending has been envisaged at all. The siege of the Red Zone and the storming of the Prime Minister House were supposed to be the endgame. But new twists and turns have caused the plot to thicken, and the nation has been gripped by the spectacle of a violent mob rampaging through Constitution Avenue.

New characters keep coming on stage, creating more suspense — first, parliament, then the army and now the Supreme Court in the act of playing arbiter. But can they force a decision and break the stalemate? It will certainly not be easy to get a negotiated political settlement as the situation becomes more and more complex. While efforts by the army were stalled after the prime minister reneged on his request for facilitation, the offer by the Supreme Court still awaits the consent of the parties in the conflict.

There now exists a deep ambivalence about whether the army can play the role of an honest broker or whether it is also a party to the conflict. While analysing the stand-off one must not miss the elephant in the room. The conflict between the civil and military leadership is surely a major source of the present impasse. Political tension and uncertainty cannot be removed without relations between Sharif and the military leadership being straightened out.

Whether there is a nexus between Imran Khan/Tahirul Qadri and the military remains to be proven. But the revelation by Javed Hashmi, the senior-most Pakistan Tehreek-i-Insaf leader, lends credence to the speculation about some tacit understanding between these two protest leaders and elements within the army.

It also seems quite plausible that the decision to march on Islamabad and demand the resignation of the prime minister may have been strongly influenced by reports of increasing tension between the civil and military leadership. Qadri in particular has been flaunting his love for the army. Huge banners in his camp pledging allegiance to the forces have fed into the conspiracy theories.

The excitement witnessed when the two leaders rushed to meet Gen Raheel Sharif and accepted his mediation indicates their expectation of the army coming to their support. It is very obvious that the attempt to storm the Prime Minister House and widespread vandalism was aimed at getting the army to intervene. The cheering for the army soldiers by the protesters was certainly not spontaneous.

Surely there is no love lost between the prime minister and the military given the bitter memories of the past. The generals accepted Sharif's return to power though

with some reservations. And it did not take much time for an uneasy relationship to flare up. Sharif's decision to put retired Gen Musharraf on trial for treason provided the spark. The trust deficit further widened after the prime minister reportedly reneged on the agreement to allow the former military ruler to leave the country after his indictment.

There were other issues too that intensified the conflict. Sharif's ambivalent position on the battle against the Taliban and the anti-army rhetoric of some0 of the cabinet ministers further fuelled the tension. But it was the Geo incident that brought relations to a boiling point. The reluctance to take action against the Geo administration after it had accused the ISI chief of plotting the attack on Hamid Mir was perceived by the army as a tacit support of the government for the TV network. Some of the statements by ministers in support of Geo further fuelled the fire.

As hostilities grew, the prime minister reportedly thought of sacking Lt-Gen Zaheerul Islam, the ISI chief, for allegedly trying to destabilise the civilian government. That apparently brought the confrontation to a head. Sharif was forced to back down. But the damage was done.

Unsurprisingly, many senior cabinet ministers smelled conspiracy when Imran Khan and Tahirul Qadri joined hands and descended on Islamabad. The alliance was described as a marriage of convenience. Highly committed and fanatically dedicated, Qadri's supporters were to provide the muscle power, which the PTI lacked despite its widespread support among the urban educated middle class and youth. It was apparent that the PTI on its own could not have sustained the campaign for long.

Surely, the government itself has contributed to the imbroglio. It is the ineptness and inertia in the government that helped the duo hold the city hostage for so long. Sharif's decision to call in the army in aid of the civilian authorities under Article 245 of the Constitution on the eve of the march does not seem to have helped his government much. In fact, it has empowered the army more.

Sharif seems to have lost further credibility by misinforming the National Assembly that the army chief was not asked to mediate. A statement by the ISPR contradicting the prime minister's claim put Sharif into an embarrassing position. It was also a loss of face with the army.

Indeed, the army is much empowered now as the situation is fast slipping out of the government's control. The latest warning by the generals to the political leadership to expeditiously resolve the crisis politically and without the use of force, shows that the centre of gravity of political power is being shifted to GHQ. It was the second such warning by the army in the past two weeks. As parliament has now rallied to save the system, one is not sure whether there will be a third time. But the battle is far from over.

Whatever the endgame may be — whether it fizzles away or ends with a bang — the current political crisis will have serious ramifications for the nascent democratic process in the country. While the political forces are now seriously undermined the military has emerged as the sole arbiter of the power thus far. (Courtesy: DAWN)